حسنِ اخلاق کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۱۔تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں ۔۲۔کامل ایمان اس مومن کا ہے، جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔۳۔قیامت کے روز اعمال کی ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری چیز کوئی نہ ہوگی ۔۴۔انسانوں کو قدرت کی طرف سے جو چیزیں عطا ہوئی ہیں ان میں سب سے بہتر چیز اچھے اخلاق ہیں۔۵۔بندوں میں سے اللہ کے نزدیک سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں ۔۶۔آخرت کی زندگی میں میرے لیے سب سے پسندیدہ وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہوں اور وہی مجھ سے قریب تر ہوگا۔۷۔کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ! مومنوں میں سے افضل کون ہے؟ فرمایا: احسنهم خلقا (جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہو)۸۔انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ حاصل کرسکتا ہے، جو مسلسل روزے رکھنے اور راتوں کو مسلسل عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

آخری ارشاد کے سلسلے میں اتنا عرض کردینا چاہیے کہ یہ ایک اسلوب بیان ہے، جس میں حسن اخلاق کو اس درجے پر رکھ کر پیش کیا گیا ہے جو نماز اور روزے جیسی نفلی عبادات سے حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص فضائل اخلاق کے ساتھ نفلی عبادت میں بھی سرگرم رہے گا، اس کا درجہ اور بھی بلند ہوگا۔

غرض ان ارشادات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ فضائل اخلاق کو دین حق میں کتنا بلند درجہ حاصل ہے اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ اخلاق درست ہوں گے تو افراد و جماعات میں میل جول بڑھے گا۔ ان میں محبت و ہمدردی کو فروغ حاصل ہوگا۔ ایک دوسرے کے نفع ونقصان اور دکھ سکھ کا احساس ترقی کرے گا۔ کش مکش کے اسباب رفتہ رفتہ زائل ہوتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ پورا مجمع انسانیت ایک کنبے کے افراد اور ایک خاندان کے اعضاء کی حیثیت میں رہنے سہنے لگے گا۔ ہر قلب میں احترام آدمیت کو صحیح مقام مل جائے گا۔ یہی اسلام کا اصل نصب العین تھا۔ اس کی طرف پیش قدمی جاری تھی کہ اچانک ملوکیتوں اور بادشاہیوں کا دور شروع ہوگیا، جس کی ظلمت وتیرگی میں قافلہ اسلام کی ہر متاع عزیز گم ہوگئی اور اب کسی بھی چیز کا ٹھیک ٹھیک سراغ لگالینا خاصا مشکل ہوگیا ہے۔ اگر کسی کا سراغ مل بھی جائے تو ہم لوگوں کے ذہنوں میں دور ملوکیت کے وقت سے دین حق کا جو نقشہ جما ہوا ہے، اس میں کسی بازیافتہ شے کے لئے موزوں جگہ نکالنا بظاہر آسان نہ ہوگا۔

(رسول رحمت، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد۔ص ۶۸۰۔۶۸۱)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

حتی اذا بلغت الحلقوم

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: جاء رجل الى النبی صلی الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله ای الصدقة أعظم اجرا؟ قال: ” أن تصدق وانت صحيح شحيح تخشی الفقر، وتامل الغنی، ولا تمهل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت: لفلان كذا ولفلان كذا، وقد كان لفلان“ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کونسا صدقہ زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس صدقہ میں (سب سے زیادہ اجر وثواب ہے) جس کو تم حالت صحت میں بخل کے باوجود کرتے ہو۔ (اور ساتھ ہی ساتھ) تمہیں فقر وفاقہ کا ڈر ستا رہا ہو اور مالدار بننے کی آرزو وتمنا ہو۔ اور (صدقہ کرنے میں) کوئی ٹال مٹول نہ کرو کہ جب جانکنی کا وقت آجائے تو اس وقت کہنے لگنا کہ فلاں کے لیے اتنا مال تو فلاں کے لئے اتنا مال، جبکہ وہ تو دوسروں کا ہو چکا ہے۔ ۱۴۳۰/ باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح / کتاب الزکاۃ/ صحیح بخاری۔ ۱۰۳۲/ صحیح مسلم)

تشریح: صدقہ ایک عظیم عبادت ہے جو اپنے دامن میں بہت سارے فوائد اور اجر وثواب سموئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اس کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اجر وثواب کے ساتھ ساتھ اس کے فوائد کا بھی ذکر کیا ہے۔ صدقہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہوتا ہے اس لیے اس خالص عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی ہی مقصود ہونی چاہیے۔ اور اس کے ذریعہ دنیا کی کوئی لالچ نہیں ہونی چاہیے۔ ساتھ ہی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جس کو صدقہ دیا جا رہا ہے وہ اس کا مستحق ہے یا نہیں؟ اور اس کا شمار ضرورت مندوں میں ہوتا ہے یا نہیں؟ یہاں جس صدقہ کے تعلق سے گفتگو ہو رہی ہے اس کا تعلق مال سے ہے اور ایک صحت مند شخص کے لیے اپنی گاڑھی کمائی سے مال کا کچھ حصہ نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بالخصوص جب وہ بخیل ہو اور شیطان اس کی بخالت کے ساتھ اس کو فقر سے بھی ڈراتا ہو اور دنیا کی آرام وآسائش کو مزین کر کے پیش کرتا ہو۔ ایسی بخل اور صحت کی حالت میں اگر کوئی صدقہ کرتا ہے تو اس کے اجر وثواب کا کیا پوچھنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ وَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ“ (سبا: ۳۹) تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا بھرپور بدلہ دے گا۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ”وَمَا اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ“ (بقرہ: ۲۷۰) تم جتنا کچھ خرچ کرو یعنی خیرات اور جو کچھ نذر مانو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث میں صدقہ کی فضیلت کا ذکر ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت مطرف اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ”الهاكم التكاثر“ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ يقول ابن ادم مالی مالی ابن آدم کہے گا کہ میرا مال، میرا مال۔ تو اللہ تعالی کہے گا کہ ابن آدم تیرا مال کہاں ہے۔ تیرا مال تو وہی ہے جسے تو نے کھا لیا اور ختم کر دیا، یا پہن کر بوسیدہ کر دیا، یا صدقہ کر کے پیچھے چھوڑ دیا۔ اور صحیح بخاری کی ایک دوسری حدیث میں صدقہ کو جہنم کی آگ کا آڑ بتایا یعنی جہنم سے بچو، گرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی۔ اور صحیح مسلم کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ ایک آدمی ایک چٹیل میدان میں چل رہا تھا کہ اس نے اچانک بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کردو، چنانچہ وہ بادل ایک پہاڑی پر جا کر خوب برسا اور پانی وہاں سے بہہ کر ایک باغیچہ میں جا پہنچا جہاں ایک آدمی اپنے بیلچہ سے پانی ادھر ادھر کر رہا تھا۔ اس آدمی نے باغ والے شخص سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے لہٰذا اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا۔ آخر میں اس نے دریافت کیا کہ تم اس باغ میں کیا کرتے ہو کہ بادل سے میں نے یہ آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کردو۔ چنانچہ اس نے بتایا کہ میں اس باغ کے پیداوار کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، ایک حصہ صدقہ کرتا ہوں دوسرا حصہ اپنے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہوں اور تیسرا حصہ باغ پر خرچ کرتا ہوں۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ صدقہ کے تعلق سے اسلامی تعلیمات کو اپنی زندگی میں نافذ کریں اور اس صدقہ کر کے ذخیرۂ آخرت جمع کریں اور غریبوں کی مدد کے اپنے آپ کو آفات وبلیات اور مصیبتوں سے بچائیں، عزت وناموس کی حفاظت کریں، مال میں برکت کا ذریعہ بنائیں، دل کی سختی کو نرمی میں تبدیل کریں، اللہ رب العزت کا غصہ ٹھنڈا کریں، بری موت، عذاب قبر اور جہنم سے حفاظت حاصل کریں اور ضرورت مندوں کی زندگی میں خوشحالی پیدا کریں، صلہ رحمی کا ثبوت فراہم کریں اور بیماری سے شفایابی کے ساتھ ساتھ زیادتی عمر کا سبب بنائیں۔ نیز خود کو بروز قیامت عرش الٰہی کے سائے کا مستحق بنائیں۔ اور ایسے صدقہ سے بچیں جس کو انسان آخری وقت یعنی جان حلق تک پہنچ جانے کے بعد کرتا ہے۔ اسی لئے نبی کا ارشاد ہے ولا تمهل حتی اذا بلغت الحلقوم مذکورہ بالا احادیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ انسان کو راہ الٰہی میں خرچ کرنے سے ذرا بھی ہچکچانا نہیں چاہیے بلکہ بے دریغ اللہ کے عطا کئے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں لٹا دینا چاہیے اسی میں دنیا وآخرت کی سعادت ہے۔ اسی لئے ہماری شریعت نے صدقہ کرنے کی اتنی تلقین فرمائی ہے خواہ وہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو صدقہ کی اہمیت وفضیلت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ زیادہ سے زیادہ صدقہ کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔ وصلی الله علی نبينا محمد ☆☆

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
کبیرہ گناہ اور اس کے مسائل	۷
چاشت کی نماز- فضائل ومسائل	۱۴
جنت اور اس کے طلبگار	۱۸
قیام امن میں سرسید کی مساعی	۲۱
امتحان کی تیاری کے وقت ذہنی تناؤ اور اس کا حل	۲۵
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۹
جماعتی خبریں	۳۱

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

وہ اپنی خو نہیں چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں

کیا اپنے آپ کو اونچا کرنے یا اپنی کوتاہیوں اور کمیوں کو بلندی تک پہنچانے کے لئے دوسروں کو نیچا کرنا یا دکھانا ضروری ہے؟ کیا اپنی بدنامی کے داغ کو دھلنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دوسروں پر اس سے بڑا داغ لگا دیا جائے اور اس سے سنگین اور بڑی الزام تراشی وبدنامی کا سامان دوسروں کے لئے کر دیا جائے؟ کیا یہ ناگزیر ہے کہ اپنے کچھ ذاتی مفادات کی خاطر دوسروں کے وجود تک سے کھلواڑ کرنا روا رکھا جائے۔ کیا اپنا مسلک بچانے کے لئے دوسروں کے مسلک کو گالی دینا عین تقاضائے دین وایمان اور ہمارے فرائض کا حصہ ہے؟ اپنی جماعتی وفکری بے راہ روی کو درست ثابت کرنے کے لئے کیا لازمی امر ہے کہ دوسروں کی فکر کو مسموم ومردود گردانا جائے؟ کیا کسی کے وکیل صفائی بننے کے لئے ضروری ہے کہ دوسروں کو پہلے مجرمین کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا جائے؟ کیا ایک مسئلے کو سلجھانے کے لئے کئی بکھیڑے عوام وخواص اور حکومتوں کے سامنے کھڑا کر دینے کا نام لیڈری وسیاست ہے؟ کیا گری ہوئی قوموں اور زوال زدہ جماعتوں، جتھوں اور امتوں سے بھی اپنے وجود کی بھیک مانگتے پھرنے کے باوجود موقع ملتے ہی اپنے ہی باقیماندہ حصے پر تیشہ وتیر چلا دیا جائے؟ کیا جب اپنے اوپر تابڑ توڑ حملے ہو رہے ہوں تو ایک عالم، قائد، سیاست داں اور دفاع کرنے والے کا وطیرہ بن جاتا ہے کہ وہ اپنے پشت پناہوں، خیر خواہوں، ملک بچانے والوں اور معاونوں اور مددگاروں کی طرف پلٹ کر ان کے سینے میں خنجر گھونپ دیا جائے کہ سامنے سے وار کرنے والے مبادا رحم کھا جائیں، ان سے آرزوئیں کی جائیں، منتیں مانگی جائیں۔ میدان کار سے بھاگ کر خوشامدی انداز میں دریوزہ گری کرنے کی درخواست پوری لجاجت، اپنائیت، شکست خوردگی اور عاجزی ورسوائی کے ساتھ اکیلے اکیلے میں ملنے کی دہائی دی جائے، اور بلا وجہ وبلا سبب اور بلا فائدہ وبلا کسی ادنی توقف کے محسنوں پر دہشت گردی کے آخری تیر کو بھی آزما لیا جائے۔ یہ اور اس طرح کے اور بھی دل کو چھلنی کرنے والے سوالات ہیں جنہیں آج کے بعض قائدین قوم وملت اور افراد وجماعت کے خام رویوں اور کج ادائیوں نے پیدا کر دیئے ہیں اور جو حل طلب بھی ہیں اور جواب کے متقاضی بھی کہ دینی، اخلاقی، قومی، ملی اور انسانی تناظر میں ان کا جواز ہے بھی کہ نہیں۔ یا پھر وہ متاع غرور کا سودا اور نا آسودہ طبائع کی عیاشی وطالع آزمائی ہے۔ جہاں تک ان کے دینی نقطہ نظر کا سوال ہے تو اس سلسلے میں

قرآن کریم کا واضح اعلان ہے کہ حالات خواہ جیسے بھی ہوں اور سامنے والا جو کوئی بھی ہو دین وایمان کا تقاضہ ہے کہ حق وعدل اور انصاف کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے چہ جائیکہ ادنی مخالفت ومخاصمت اور احساس شکست وریخت کی وجہ سے کسی کو بے دین، ملحد، دہشت گرد، متشدد، فسادی وغیرہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔ فرمایا: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المائدہ:۸) ''اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہوجاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کروجو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔'' اور جو بات شریعت مطہرہ کی نگاہ میں مردود ٹھہرے تو ایک مومن صادق کی نظر میں وہ بہرحال وبہرحیثیت مردود ومذموم ہوگی۔ اس لیے مذکورہ رویے اور سلوک کے لیے دینی تو کجا اخلاقی، سماجی، مسلکی اور سیاسی جواز بھی فراہم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

لیکن آج قومی وعالمی سطح پر جو کچھ چل رہا ہے، قرآن وسنت کی روشن تعلیمات کو جس طرح نظر انداز کیا جارہا ہے اور اس کے حقیقی حاملین اور اصل متبعین کو گلیوں، محلوں اور منبرومحراب سے لے کر حکومت کے گلیاروں اور ایوانوں تک جس انداز سے بلاوجہ نشانہ بنایا جارہا ہے اس سے لگتا ہے کہ دین اسلام اور اس کی اساس قرآن وحدیث پر ایمان ہی باقی نہیں رہ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھائیوں نے اپنی آستینوں میں ید بیضا کے بجائے زہریلے سانپ چھپا رکھے ہیں کہ جب موقع ملتا ہے دوسروں کو ڈس لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا اور مذہب ومسلک، ذات برادری، رنگ ونسل اور خطہ وعلاقہ اور سب سے بڑھ کر خواہشات واہواء پرستی کے اس قدر بت تراش لئے ہیں کہ ان کی پرستش سے چھٹکارا پانا تو دور کی بات ہے ان کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتے۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْ بَعْدِاللّٰہِ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ (الجاثیۃ:۲۳) ''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔'' اور یہ منفی وگھاتک رویہ جب ایمان وعقیدہ کا درجہ لے لیتا ہے تو وہ کبھی مسلکی منافرت کی شکل میں نمودار ہوتا ہے تو کبھی گروہی ومسلکی عصبیت کی رزم گاہ سجا دیتا ہے، تو کبھی علاقائی تشدد بھڑکاتا ہے، تو کبھی فکری وسیاسی خوں آشامیوں کو ہوا دیتا ہے، تو کبھی مختلف جذباتی نعروں کے ذریعہ دین وعقیدہ، عدل وقسط اور حق وانصاف کا علی الاعلان جنازہ اٹھاتا پھرتا ہے اور ناموران قوم وملت، پاسداران کتاب وسنت اور علمبرداران امن وانسانیت کے نام ونشان مٹانے اور ان کو اسفل السافلین تک پہنچانے کی سعی وجستجو کرنے میں کوئی باک نہیں ہوتا۔ اور جب بغض وعداوت اور نفرت وحسد کی زیادتی ہوجاتی ہے تو وہ بسا اوقات باہر بھی آجاتی ہے لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ غبار ومیل اور انگارہ دلوں میں پوشیدہ پڑا رہتا ہے۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ (آل عمران:۱۱۸) ''ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہوچکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے''

المیہ یہ ہے کہ اس غیر صحت مند رویے کے لیے مضبوط ترین بلکہ نہایت سفاک انداز میں بڑی بے شرمی کے ساتھ جواز بھی فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کی پرواہ کیے بغیر کہ اس کی ضرب کس کس پر اور کہاں کہاں پڑے گی اور قوم وملت، دین ومذہب، ملک وجماعت اور انسانیت کو اس کا کس قدر خمیازہ بھگتنا پڑسکتا ہے کہ وہ اس کی ٹیس دنوں، مہینوں اور سالوں نہیں بلکہ صدیوں تک محسوس کرتی رہے گی۔

ان غیر صالح رویوں اور مفسدانہ سلوک وبرتاؤ کی یہاں پر مثالیں دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمارے گردوپیش میں ان کی سینکڑوں اور ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ اگر کسی کا دین وعقیدہ خلاف مصلحت لگا یا کسی کا مسلک ومشرب غالب ہوتا نظر آیا تو اس کی صداقت وحقانیت کی گواہی دینے کے بجائے اپنے عقیدہ ومسلک کی برتری ثابت کرنے کے لیے اس کے وجود پر ہی سوالیہ نشان لگادیا جاتا ہے اور ایسی ضرب لگائی جاتی ہے کہ اس کا کرب ہر اٹھتے بیٹھتے محسوس کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ عام حالات میں نہیں تو کم ازکم ستم ظریفی حالات کے پیش نظر بھی اتنی وسعت تو ہونی ہی چاہیے کہ اگر اس کا اعتراف نہیں کرسکتے تو کم ازکم دوسروں کے وجود کو گوارا تو کریں اور اگر اس کا بھلا نہیں کرسکتے تو کم ازکم اس کا برا بھی نہ سوچیں۔

یہ دین وایمان اور اخلاق وبرتاؤ کا اعلیٰ معیار ہے کہ اگر کسی کے اندر اچھائی نظر آئے تو اس کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ اس میدان میں خود بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی جائے۔ نیکی کو پھیلانے، خیر کو عام کرنے، اور بھلائی کے کاموں کو فروغ دینے میں سبقت کرنی چاہیے۔ حق کا ساتھ دینے میں پیچھے نہیں رہنا

چاہیے۔وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ’’(البقرہ:۱۴۸)‘‘ہر شخص ایک نہ ایک طرف متوجہ ہورہا ہے تم نیکیوں کی طرف دوڑو۔ جہاں کہیں بھی تم ہوؤ گے،اللہ تمہیں لے آئے گا۔اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (المائدہ:۴۸) ’’اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔اس لئے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ حکم کیجئے۔اس حق سے ہٹ کر انکی خواہشوں کے پیچھے نہ جائیے تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک دستور اور راہ مقرر کردی ہے۔اگر منظور مولیٰ ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنادیتا،لیکن اس کی چاہت ہے کہ جو تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے تم نیکیوں کی طرف جلدی کرو،تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے، پھر وہ تمہیں ہر وہ چیز بتادے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے ہو۔‘‘

مخالفین کو نیچا دکھانے، ذلیل کرنے اور صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوششیں اُسی وقت روا رکھی جاتی ہیں جب ایمان وعقیدہ متاع خرید وفروخت ہوجاتا ہے ،مادیت، اہواء پرستی اور خودغرضی کا شیوع وفروغ ہوجاتا ہے اور تزکیہ وتربیت عنقاء ہوجاتی ہے اور جب یہ کیفیت پیدا ہوجائے تو سب کو اپنے دین وایمان ،عقیدہ ومسلک، جان ومال اور عزت وآبرو کی خیر منانی چاہیے۔مسلک بچانے کی خاطر پورے دین کو ہی قربان گاہ پر چڑھادینا،کنبہ وقبیلہ اور فرقہ وجماعت کو بچانے کے لیے پوری ملت کو تباہی کے دلدل میں دھکیل دینا اور علاقہ بچانے کے چکر میں پورا ملک جلا دینا کہاں کی دانش مندی ہے؟اور افسوس کہ یہی سب کچھ ملک بیرون ملک ہورہا ہے۔ دہشت گردی، دہشت گردی کھیلنے کا شوق وہ کریں جنہوں نے عروس البلاد بغداد کو خاک وخون میں نہاتے نہیں دیکھا ہے اور افغانستان وسیریا وغیرہ میں بارود وبم کی قیامت خیزی کو اپنے دل ودماغ میں محسوس نہیں کیا ہے۔ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ دہشت گردی مذموم ومردود عمل، سنگین جرم اور عصر حاضر کا سب سے بڑا ناسور ہے۔اس کا سد باب اور قلع قمع ہونا چاہیے یہی ملک وملت اور انسانیت کے مفاد میں ہے۔قوم وملت کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا رہین منت ہونا چاہیے کہ اس نے محض اپنے دین وعقیدہ اور منہج کی بنیاد پر ملک عزیز میں سب سے پہلے دہشت گردی کے خلاف آواز اٹھائی ،اس کے خلاف سب سے پہلے اجتماعی فتویٰ جاری کیا، ملک کے مختلف حصوں میں دہشت گردی اور داعش کی بیخ کنی کے لیے ہزاروں کانفرنسیں ، سیمینار، سمپوزیم اور جلسے منعقد کیے اور یہ مبارک سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ہمیں کسی کے سرٹیفیکٹ کی ضرورت نہیں ہے۔عیاں راچہ بیاں چیست ۔ہم تیر کے مقابلے میں جگر آزماتے رہیں گے ،اپنی دیرینہ روش کے مطابق تعمیر ملک وملت اور انسانیت کرتے رہیں گے اور بہر حال پیغام محبت اتحاد ویگانگت اور یک جہتی پہنچاتے رہیں گے اور اپنی وضع داری نہیں چھوڑیں گے۔

وہ اپنی خو نہیں چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو؟

غالباً اسی لئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے قائدین نے حیدرآباد، کلکتہ وغیرہ میں متحدہ اور ملی کانفرنسوں میں اپنے اس عزم وارادہ اور قول وقرار کا عملاً اظہار فرمایا۔ ملک وملت ، دین وشریعت اور انسانیت کے لیے اتحاد واتفاق اور اجتماعیت کی جو شدید ضرورت اس وقت محسوس کی جارہی ہے اسے ہم اپنا دینی واخلاقی منصب وفریضہ سمجھتے ہوئے اور چند قدم آگے بڑھ کر یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ آپ سب اگر تیار ہوں تو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کسی منصب ومقام اور رہبری وممبری کی ادنی طلب وتقاضے کے باوجود اس کا ادنی خادم بننے کے لئے ہمہ وقت تیار ہے۔ہم نے اس نبی رحمت وانسانیت ﷺ سے یہ تعلیمات اور منہج وعقیدہ پوری بصیرت اور اطمینان کے ساتھ حاصل کیا ہے، جنہوں نے امن، بھائی چارہ اور عدل وانصاف کی خاطر مشرکین مکہ اور اشراف وصنادید قریش کے ساتھ حلف الفضول میں شرکت فرمائی تھی۔اور حق اور حد تو یہ ہے کہ جب آپ پر دین مکمل ہوچکا تھا۔اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:۳) ’’آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا‘‘،تکمیل دین اور رضا مندی الٰہی پر مہر ثبت ہوچکی تھی اور اتمام نعمت ابدی واخروی کا سامان بہم پہنچایا جاچکا تھا۔ایسی صورت میں بھی سید الاولین والآخرین افضل المرسلین،امام المتقین ،خاتم النبیین ﷺ نے صاف فرمایا تھا لقد شهدت في دار عبدالله بن جدعان حلفا ما أحب أن لي به حمرا النعم ولو ادعى به في الاسلام لأجبت (السنن الكبرى للبيهقي)

کہ امن وشانتی اورحق وانصاف کی خاطر عبداللہ بن جدعان کے مکان میں جوحلف الفضول ہوئی تھی اورمیں جس میں شریک ہوا تھا، اگرانھی مقاصد کے تحت آج دوراسلام میں بھی اس طرح کی کمیٹی میں شرکت کی مجھے دعوت دی گئی تواس میں شریک ہونا میرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

ہر دور میں سلفیان عالم، اہل حدیثان ہند، ناقلین کتاب وسنت اور حاملین کتاب وسنت نے یہی طریقہ اپنائے رکھا اوراپنے دم قدم سے امن وشانتی ،اتحادواتفاق اورقومی یکجہتی کی تعلیم عام کی اوراس کوتقویت پہنچائی۔کریلا نیم چڑھا وہابی سرسید احمد نے کہا تھا کہ ’’اے میرے دوستو!میں نے بار ہا کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ ہندوستان ایک دلہن کی مانند ہے جس کی خوبصورت اور رسیلی دوآنکھیں ہندو اور مسلمان ہیں اگر وہ دونوں آپس میں نفاق رکھیں گے تو پیاری دلہن بھینگی ہوجائے گی اور اگر ایک دوسرے کو برباد کردیں گے تو وہ کانڑی بن جائے گی پس اے ہندوستان کے رہنے والے ہندو مسلمانو اب تم کو اختیار ہے کہ چاہو کہ دلہن کو بھینگا بناؤ، چاہو کانڑا‘‘۔

اورمولانا آزاد کے یہ تاریخی جملے کس کو یاد نہیں کہ ’’آج اگرایک فرشتہ آسمان کی بلندیوں سے اتر آئے اورقطب مینار پر کھڑے ہوکر یہ اعلان کردے کہ سوراج ۲۴ گھنٹے کے اندر مل سکتا ہے بشرطیکہ ہندوستان ہندو مسلم اتحاد سے دست بردار ہوجائے تو میں سوراج سے دست بردار ہوجاؤں گا مگر اس سے دست بردار نہ ہوں گا کیونکہ سوراج ملنے میں تاخیر ہوئی تو یہ ہندوستان کا نقصان ہوگا لیکن اگر ہمارا اتحاد جاتا رہا تو عالم انسانیت کا نقصان ہے۔‘‘

یہی قول وکردار ہم نے جمعیۃ العلماء کے قیام وتاسیس سے لے کر اورمختلف ادوار میں اپنایا۔ندوۃ العلماء اورمسلم پرسنل لا بورڈ کی بات تو دور اور دیر کی نہیں ہے،جس کی تحسین اوراحسان شناسی اورادائیگی شکر اورقرض وفرض کی شکل میں مولانا بدرالدین اجمل صاحب اور بعض نام نہادان فقیہان دیر وحرم اورمفکران ودانشوران ملک وملت نے سیاست کی ادنی لیکن اہم کرسی پر بیٹھ کر کی ہے۔ان ہیجانی واضطرابی اورنازک حالات میں بھی اہل حدیثان ہند نے جس طرح صبر وضبط اعتدال ومیانہ روی اورسنجیدگی کا ثبوت دیا ہے، وہ ان کا دیرینہ فریضہ اورطرہ امتیاز ہے۔یوں بھی احتجاجات ومظاہرات اور ہتافات ونعرات کی وہ شکلیں جواس ملک میں قانوناً اوراخلاقاً عوام اورقوم کے حق سمجھے جاتے ہیں اسے بھی وہ مناسب نہیں سمجھتے۔غالباً اسی وجہ سے کچھ عاقبت نااندیش،خشیت الٰہی سے خالی وعاری اورحقیقت میں عقل وخرد سے ورے اور پرے اصحاب جبہ ودستار اورمیدان سیاست اوراقتصاد ومعیشت کے فریب زدہ لوگوں نے اسے ہماری کمزوری وبے بسی پر محمول کرکے مختلف مکروحیل کے ذریعہ تابڑ توڑ حملے شروع کردیئے ہیں۔اور تقریر وتحریر کے وہ تمام وسائل واسالیب بعض اصاغر تو اصاغر اکابر بھی ہوامش وحواشی اور بین السطور اورالفاظ کی بازی گری کے ذریعہ مسلسل اختیار فرمارہے ہیں۔اورخوش فہمی کے شکار ہیں کہ ہم نے ہمز وغمز اورلمز کے سارے تیر اصلاح اورعدل کی آڑ میں اپنالیے اوراس صحرائے نجد میں کوئی قیس مجنوں نہ رہا۔اس خوش فہمی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

دنیا نے کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ ان استحصال،منافرت اوراوچھے حملوں کے بعد رد عمل کے طور پر آج جبکہ وسائل وذرائع ،صلاح وصالحیت ،استعداد وقابلیت کل کے مقابلے میں بہتر اورقوی ہیں اس کے باوجود اہل حدیث اپنی سنجیدگی اوراعتدال پسندی پر قائم رہے اوران تمام مظالم ومغلظات اور ہفوات واتہامات کی پاداش وجواب میں اپنا منصب ومقام فراموش نہیں کیا،اپنے اسلاف کی طرح صبر وضبط کا دامن تھامے رکھا اوردینی ومنہجی غیرت وشجاعت کے باوجود اس ہیجانی واضطرابی حالت میں بھی اس دیرینہ علمی متانت ودیانت اور ادب الخلاف کوملحوظ خاطر رکھا جسے بدقسمتی سے ہماری کمزوری پرمحمول کیا جارہا ہے۔

کچھ لوگ خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ اس طریقے سے ہم کسی جماعت اورقوم کو اپنی مذبوحی حرکتوں سے زیر کرلے جائیں گے۔اور صفحہ ہستی سے مٹادیں گے۔یہ بہت ہی افسوسناک سوچ ہے۔ماضی میں اس سے بھی نازک ترین حالات میں مخالفین کا یہی وطیرہ رہا لیکن ان کا کیا عبرتناک انجام ہوا اس سے سبق حاصل کرنے کے بجائے اسے پھر دہرانا چاہتے ہیں۔جو نہ قرین انصاف ہے اورنہ ملت کے مفاد میں ہے۔

وہابیت کے نام سے عقیدہ ومنہج کے خلاف جوسازش استعمار نے کررکھی تھی اورہم پر جس طریقے سے ہر طرف سے یلغار اور حملے کئے گئے تھے کون کہہ سکتا تھا کہ ہم ان حملوں کی تاب لاسکیں گے اورقوم وملت اورانسانیت کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔چشم فلک نے دیکھ لیا کہ کتاب وسنت کے متوالوں اور امن وانسانیت کے حقیقی علمبرداروں نے صحابہ کرام کے بعد جس نے سب سے اچھی اور سچی مملکت توحید وانسانیت قائم کی اور جس نے تحریک شہیدین کے بعد صادقان صادق پور اور ہندوستان کے ابن تیمیہ ابوالکلام آزاد کی قیادت میں ہندوستان کو مذہبی،مسلکی اورسیاسی تمام جکڑ بندیوں سے نکال کر آزادی کا پروانہ تھمادیا۔ان شاءاللہ آج بھی یہ عزم جواں رکھتے ہیں کہ ان وقتی اورعارضی سازش اورسادہ لوحی پر مبنی حالات سے گذر کر اتحاد ملت ،فلاح انسانیت ،امن وآشتی اوراتحاد محبت کا پیغام عام کرنے میں ہم کامیاب ہوں گے۔ ☆☆

کبیرہ گناہ اور اس کے مسائل

ڈاکٹر امان اللہ محمد اسماعیل مدنی
مدرس مسجد نبوی شریف

الحمد لله، والصلاة والسلام علی رسول الله، وعلی آله وصحبه ومن والاه، وبعد:

مذہبِ اسلام نے انسان کی فلاح وبہبود اور معاشرے میں امن وامان کی بحالی کے لئے اچھی چیزوں کو اپنانے اور ہر طرح کے شر وفساد سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ حقیقت میں برائی جس طرح انسان کے لئے ناسور ہے اسی طرح معاشرہ وسماج میں شر وفتن کو ہوا دینے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے انکار منکر امر بالمعروف سے زیادہ اہم ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار منکر پر زیادہ زور دیتے ہوئے فرمایا: »مَن رَأَى مِنكُم مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِن لَم يَستَطِع فَبِلِسَانِهِ، فَإِن لَم يَستَطِع فَبِقَلبِهِ، وَذَلِكَ أَضعَفُ الإِيمَانِ« [صحیح مسلم حدیث:۴۹]۔

ترجمہ: تم میں سے کوئی اگر منکر دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو اسے زبان سے روکے، اگر زبان سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو دل میں اسے برا جانے، اور یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔

اہل سنت والجماعت نے گناہوں کی ہولناکیوں کو دیکھتے ہوئے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ، ساتھ ہی دونوں کے احکام ومسائل کے درمیان فرق بھی کیا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا یہ منہج وعقیدہ قرآن وصحیح احادیث سے ماخوذ ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: إِن تَجتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنهَونَ عَنهُ نُكَفِّر عَنكُم سَيِّئَاتِكُم وَنُدخِلكُم مُدخَلًا كَرِيمًا [النساء:۳۱]۔

ترجمہ: اگر اُن بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کردینگے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

اللہ تعالی مزید فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يَجتَنِبُونَ كَبَائِرَ الإِثمِ وَالفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُم يَغفِرُونَ [الشوری:۳۷]۔

ترجمہ: اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور غصے کے وقت معاف کردیتے ہیں۔

اللہ تعالی ایک اور مقام پر یوں فرماتا ہے: الَّذِينَ يَجتَنِبُونَ كَبَائِرَ الإِثمِ وَالفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ المَغفِرَةِ [النجم:۳۲]۔

ترجمہ: ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی، سوائے کسی چھوٹے سے گناہ کے، بیشک تیرا رب کشادہ مغفرت والا ہے۔

ان تینوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں: ''صغیرہ گناہ اور کبیرہ گناہ''۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت سارے گناہوں کو کبیرہ گناہ سے تعبیر کیا ہے، عَن أَبِي بَكرَةَ، قَالَ: كُنَّا عِندَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: »أَلَا أُنَبِّئُكُم بِأَكبَرِ الكَبَائِرِ؟ « ثَلَاثًا »الإِشرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَينِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ – أَو قَولُ الزُّورِ – « وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا، فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلنَا: لَيتَهُ سَكَتَ. [صحیح مسلم حدیث:۸۷]۔

ترجمہ: ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ کہی، پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ بیٹھ گئے اور اس بات کو بار بار دہرانے لگے یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ: کاش آپ خاموش ہوجاتے۔

ان تمام نصوص سے معلوم ہوگیا کہ گناہیں دو قسم کے ہوتے ہیں: چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ۔ ابن قیم رحمہ اللہ گناہوں کے صغائر وکبائر پر مشتمل ہونے کے سلسلے میں اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (وقد دل القرآن والسنة وإجماع الصحابة والتابعين بعدهم والأئمة، على أن من الذنوب كبائر وصغائر) [الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی ص: ۱۲۵]۔

ترجمہ: قرآن، حدیث، اور اجماع صحابہ وتابعین اور ائمہ دین اس بات پر متفق ہیں کہ گناہ دو قسم کے ہیں: صغیرہ گناہ اور کبیرہ گناہ۔

کبیرہ گناہ کی تعریف : کبیرہ گناہ کسے کہا جاتا ہے؟ اس کی تعریف کیا ہے؟ اس سلسلے میں علماء امت کے درمیان اختلاف ہے، ہر کسی نے بعض شرعی نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے کبیرہ گناہ کی تعریف کی ہے، کچھ تعریفات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہیں جبکہ کچھ تابعین وتبع تابعین وائمہ ومحدثین رحمہم اللہ سے۔

مفسر قرآن امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تفسیر میں کبیرہ گناہ کی

تعریف میں متعدد صحابہ وتابعین عظام کے اقوال نقل فرمائے ہیں، البتہ ان تمام تعریفات میں صحابی رسول اور ترجمان القرآن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعریف سب سے جامع ومانع مانی جاتی ہے، فعن ابن عباس رضی الله عنه أنه قال: الكبائر كل ذنب ختمه الله بنار، أو غضب، أو لعنة، أو عذاب .[تفسیر طبری ۸/۲۴۶]۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ گناہ کبیرہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کبیرہ گناہ ان تمام گناہوں کو کہتے ہیں جن کے ارتکاب پر اللہ تعالی نے جہنم، غضب وناراضگی اور لعنت وعذاب کا ذکر کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر اس گناہ کو کبیرہ کہہ سکتے ہیں جس کے ارتکاب پر سخت وعید وپھٹکار وارد ہو۔

کچھ ایسی علامتوں کا ذکر، جس سے بآسانی کبیرہ گناہ کی پہنچان کرلی جائیگی:

صحابہ کرام وتابعین عظام اور علماء امت کی تعریفات کو سامنے رکھنے کے بعد ممتاز علماء نے کبیرہ گناہوں کی کچھ نشانیاں اور علامتیں بیان فرمائی ہیں، جن کا ذکر آنے والے سطور میں دلیل کے ساتھ کیا جارہا ہے:

۱- وہ تمام گناہ گناہِ کبیرہ ہیں جن کے ارتکاب پر شریعت اسلامیہ نے ہلاکت وبربادی یا "ویل" جیسے الفاظ استعمال کیا ہے:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ[الھمزۃ:۱]۔

ترجمہ: بربادی ہے ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا اور غیبت کرنے والا ہو۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ[الجاثیۃ:۷]۔

ترجمہ: بربادی اور افسوس ہے ہر جھوٹے گنہگار پر۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ [المرسلات:۱۵]۔

ترجمہ: اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ[المطففین:۱]۔

ترجمہ: ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔

اور حدیث رسول بھی اسکی نشاندہی کررہی ہے، وعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَأَدْرَكَنَا – وَقَدْ أَرْهَقَتْنَا الصَّلاَةُ – وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ، فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا، فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ: »وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ« مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا[صحیح بخاری حدیث:۶۰]۔

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے پاس پہنچے تو ہم جلدی جلدی وضوء کررہے تھے، اور وضو کے دوران ہم اپنے پیروں کو معمولی انداز سے دھل رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: ان ایڑیوں کیلئے جہنم کا ویل ہے جو خشک رہ جائے، اور یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی۔

مزید ارشاد نبوی ہے: وعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »اجْتَنِبُوا السَّبْعَ المُوبِقَاتِ«، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: »الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ اليَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ المُحْصَنَاتِ المُؤْمِنَاتِ الغَافِلاَتِ«[صحیح بخاری حدیث:۲۷۶۶]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: سات ہلاک کردینے والی چیزوں سے بچو، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، بغیر کسی حق کے کسی کو قتل کرنا، سودخوری، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا، نیک پاکباز مؤمنہ خاتون پر زنا کی تہمت لگانا۔

معلوم ہوا کہ مذکورہ نصوص میں وارد تمام گناہ کبیرہ ہیں۔

2- وہ تمام گناہیں گناہ کبیرہ ہیں جن کے ارتکاب پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: »إِذَا التَقَى المُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالقَاتِلُ وَالمَقْتُولُ فِي النَّارِ«، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا القَاتِلُ فَمَا بَالُ المَقْتُولِ قَالَ: »إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ«[صحیح بخاری حدیث:۳۱]۔

ترجمہ: اگر دو مسلمان تلوار لے کر ایک دوسرے کے ساتھ بھڑ جائیں تو اس صورت میں قاتل اور مقتول دونوں ہی جہنمی ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! قاتل کی بات تو سمجھ میں آرہی ہے لیکن مقتول کیوں جہنمی ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیونکہ یہ بھی اپنے ساتھی کے قتل کا خواہاں تھا۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: »الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا، أَلْقَيْتُهُ فِي النَّارِ«[سنن ابن ماجہ حدیث:۴۱۷۵/صحیح]۔

ترجمہ: حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا: تکبر میری چادر ہے، اور عظمت میرا تہ بند ہے، اس لئے اگر کسی نے بھی ان دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اپنانے کے لیے مجھ سے جھگڑا کیا تو میں اسے سیدھے جہنم میں ڈال دوں گا۔

ان نصوص کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی مسلمان کو قتل کرنا یا کسی مسلمان کو قتل کرنے کی کوشش کرنا، تکبر اور شیخی بگھارنا، گناہ کبیرہ ہے۔

۳- وہ تمام گناہ کبیرہ ہیں جن گناہوں کے بارے میں شریعت میں لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أنه سمع رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ: »لَعَنَ اللهُ مَن ذَبَحَ لِغَيرِ اللهِ، وَلَعَنَ اللهُ مَن آوَى مُحدِثًا، وَلَعَنَ اللهُ مَن لَعَنَ وَالِدَيهِ، وَلَعَنَ اللهُ مَن غَيَّرَ المَنَارَ« [صحیح مسلم حدیث:۱۹۷۸]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے غیر اللہ کیلئے ذبح کیا، اور اس شخص پر بھی اللہ کی لعنت ہو جس نے اپنے والدین پر لعنت بھیجی، اور اس شخص پر بھی اللہ کی لعنت ہو جو زمین کے نشانات کو ختم کرتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: »المَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَينَ عَيرٍ إِلَى ثَورٍ، فَمَن أَحدَثَ فِيهَا حَدَثًا، أَو آوَى مُحدِثًا، فَعَلَيهِ لَعنَةُ اللَّهِ وَالمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجمَعِينَ، لَا يُقبَلُ مِنهُ يَومَ القِيَامَةِ صَرفٌ وَلَا عَدلٌ. وَمَن وَالَى قَومًا بِغَيرِ إِذنِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيهِ لَعنَةُ اللَّهِ وَالمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجمَعِينَ، لَا يُقبَلُ مِنهُ يَومَ القِيَامَةِ صَرفٌ وَلَا عَدلٌ. وَذِمَّةُ المُسلِمِينَ وَاحِدَةٌ، يَسعَى بِهَا أَدنَاهُم، فَمَن أَخفَرَ مُسلِمًا فَعَلَيهِ لَعنَةُ اللَّهِ وَالمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجمَعِينَ، لَا يُقبَلُ مِنهُ يَومَ القِيَامَةِ صَرفٌ وَلَا عَدلٌ« [صحیح بخاری حدیث:۶۷۵۵]۔

ترجمہ: مدینہ منورہ جبلِ عَیر سے جبلِ ثور تک قابل حرمت ہے، اگر اس میں کسی نے دین کے اندر نئی چیز ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دیا تو اس پر اللہ، فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کی کوئی فرض ونفل عبادت قبول نہیں کی جائیگی۔

اسی طرح عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: »لعن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ المحلل والمحلل له« [سنن ترمذی حدیث:۱۱۲۰/صحیح]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت بھیجی ہے۔

اسی طرح عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: »لعن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ الراشي والمرتشي«: هذا حديث حسن صحيح [سنن ترمذی حدیث:۱۳۳۷/صحیح]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت کھانے اور کھلانے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: »لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ المُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ« [صحیح بخاری حدیث: ۵۸۸۵]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مرد و خواتین پر لعنت بھیجی ہے جو ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: »لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيهِ«، وَقَالَ: »هُم سَوَاءٌ« [صحیح مسلم حدیث:۱۵۹۸]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانیوالے، لکھنے والے اور دونوں گواہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ اور آپ نے فرمایا: اس وعید میں سب برابر کے شریک ہیں۔

ان تمام نصوص میں وارد شدہ تمام گناہ، گناہ کبیرہ ہیں۔

۴- وہ تمام گناہ کبیرہ ہیں جن میں اللہ کی ناراضگی کا اظہار ہو:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: عَن أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَومَ القِيَامَةِ، وَلَا يَنظُرُ إِلَيهِم وَلَا يُزَكِّيهِم وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ« قَالَ: فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارًا، قَالَ أَبُو ذَرٍّ: خَابُوا وَخَسِرُوا، مَن هُم يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: »المُسبِلُ، وَالمَنَّانُ، وَالمُنَفِّقُ سِلعَتَهُ بِالحَلِفِ الكَاذِبِ« [صحیح مسلم حدیث:۱۰۶]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالی گفتگو نہیں کریگا اور نا ہی ان کی طرف دیکھے گا، اور نہ ہی ان کا تزکیہ کریگا اور ایسے لوگوں کو سخت عذاب ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی، ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ لوگ ناکام اور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگئے، یہ کون ہیں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹخنے سے نیچے کپڑا پہننے والے، نیکی کرنے کے بعد احسان جتلانے والے، اور جھوٹی قسم کے ذریعہ سامان فروخت کرنے والے۔

اس صحیح اور ثابت حدیث سے معلوم ہوا کہ: ٹخنہ سے نیچے کپڑا پہننا، احسان جتلانا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان فروخت کرنا کبیرہ گناہ ہیں۔

۵- وہ تمام گناہ گناہ کبیرہ ہیں جن میں یہ وارد ہو کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: »من غشنا فليس منا، والمكر والخداع في النار« [صحیح ابن حبان حدیث:۵۵۵۹/حسن]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے، اور مکر وفریب کرنے والوں اور دھوکا دینے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اسی طرح انس بن مالک رضی اللہ سے روایت ہے کہ: جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، يَسأَلُونَ عَن عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أُخبِرُوا كَأَنَّهُم تَقَالُّوهَا، فَقَالُوا: وَأَينَ نَحنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ؟ قَد غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُم: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهرَ وَلَا أُفطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ

اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ إِلَيهِم، فَقَالَ: »أَنتُمُ الَّذِينَ قُلتُم كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخشَاكُم لِلّٰهِ وَأَتقَاكُم لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَن رَغِبَ عَن سُنَّتِي فَلَيسَ مِنِّي« [صحیح بخاری حدیث:۵۰۶۳]۔

ترجمہ: تین آدمی امہات المؤمنین کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں سوال کیا، جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے اپنی عبادت کو کم سمجھا اور کہا: ہمارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا موازنہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردئے گئے ہیں، ان میں سے ایک نے کہا: میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی بغیر روزہ کے نہیں رہوں گا، تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: تم ہی لوگوں نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں، اللہ کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور متقی ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، میں نے شادی بھی کی ہے، اس لئے جو شخص بھی میری سنت سے اعراض کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:"أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبرَةِ طَعَامٍ فَأَدخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَت أَصَابِعُهُ بَلَلًا فَقَالَ: »مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟« قَالَ أَصَابَتهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: »أَفَلَا جَعَلتَهُ فَوقَ الطَّعَامِ كَي يَرَاهُ النَّاسُ، مَن غَشَّ فَلَيسَ مِنِّي« [صحیح مسلم حدیث:۱۰۲]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اناج کے ایک ڈھیر سے ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیر کے اندر اپنا ہاتھ داخل کیا، آپ کو اس کے اندر کچھ بھیگا پن اور نمی کا احساس ہوا، آپ نے فرمایا: اے اناج والے! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بارش کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اوپر کیوں نہیں رکھا، تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: جو ہمیں دھوکا دے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: »النِّكَاحُ مِن سُنَّتِي، فَمَن لَم يَعمَل بِسُنَّتِي فَلَيسَ مِنِّي « [سنن ابن ماجہ حدیث:۱۸۴۶/حسن]۔

ترجمہ: نکاح میری سنت ہے، لہذا جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ان صحیح احادیث کے اندر واردشدہ تمام برائیاں گناہ کبیرہ ہیں۔

۶- وہ تمام گناہ گناہ کبیرہ ہیں جن کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: " دَبَّ إليكم داءُ الأمم قبلكم: الحسد والبغضاء "[سنن ترمذی حدیث:۲۵۱۰/حسن]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اندر تم سے پہلے امتوں کی بیماریاں سرایت کرگئی ہیں: حسد و بغض۔

معلوم ہوا کہ حسد و بغض کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔

۷- وہ تمام گناہیں گناہ کبیرہ ہیں جن گناہوں کے بارے میں کفر کا لفظ وارد ہوا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:" اثنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِم كُفرٌ: الطَّعنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى المَيِّتِ " [صحیح مسلم حدیث:۶۷]۔

ترجمہ: لوگوں میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں اور وہ دونوں چیزیں کفریہ ہیں: کسی کے نسب پر طعن و تشنیع کرنا، میت پر نوحہ وماتم کرتا۔

۸- وہ تمام گناہ گناہ کبیرہ ہیں جن گناہوں کے مرتکبین کے بارے میں یہ وارد ہو کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہونگے:

فعن جُبَيرِبن مُطعِمٍ، أَخبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »لَا يَدخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ« [صحیح بخاری حدیث:۵۹۸۴]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

وعَن أَبِي هُرَيرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا يَدخُلُ الجَنَّةَ مَن لَا يَأمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ« [صحیح مسلم حدیث:۴۶]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جس کی برائیوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

نیز ارشاد ہوا: وعَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ مَسعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا يَدخُلُ الجَنَّةَ مَن كَانَ فِي قَلبِهِ مِثقَالُ ذَرَّةٍ مِن كِبرٍ « قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَن يَكُونَ ثَوبُهُ حَسَنًا وَنَعلُهُ حَسَنَةً، قَالَ: »إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الجَمَالَ، الكِبرُ بَطَرُ الحَقِّ، وَغَمطُ النَّاسِ« [صحیح مسلم حدیث:۹۱]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے دل میں ذرہ برابر کبر وغرور ہوگا۔ ایک آدمی نے کہا: ایک شخص چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کے جوتے اچھے ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، تکبر حق کے انکار اور لوگوں کو کم تر سمجھنے کا نام ہے۔

۹- وہ گناہ گناہ کبیرہ ہے جس کے ارتکاب پر ایمان کی نفی کی گئی ہے، فرمان نبوی ہے: عَن أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلَّى الله عَلَيهِ

وَسَلَّمَ »لاَ يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِن، وَلاَ يَشْرَبُ الخَمرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِن، وَلاَ يَسرِقُ حِينَ يَسرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ « [صحیح بخاری حدیث:۵۵۷۸]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی زنا کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان بالکل کمزور وضعیف ہوجاتا ہے، اور جب کوئی شراب پیتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان بالکل کمزور وضعیف ہوجاتا ہے، اور جب کوئی چوری کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان بالکل کمزور وضعیف ہوجاتا ہے۔

مزید فرمان نبوی ہے: وعَن أَبِي شُرَيحٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »وَاللَّهِ لاَ يُؤمِنُ، وَاللَّهِ لاَ يُؤمِنُ، وَاللَّهِ لاَ يُؤمِنُ « قِيلَ: وَمَن يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: »الَّذِي لاَ يَأمَنُ جَارُهُ بَوَايِقَهُ« [صحیح بخاری حدیث: ۲۱۶۹]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، کہا گیا: اے اللہ کے رسول! کون مؤمن نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مؤمن نہیں ہے جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ رہ سکے۔

۱۰-وہ تمام گناہ کبیرہ ہیں جن کے کرنے کی وجہ سے دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں: فرمان نبوی ہے: عن حذيفة بن اليمان، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: »والذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقابا منه ثم تدعونه فلا يستجاب لكم« [سنن ترمذی حدیث:۲۱۶۹/حسن]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگ بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے لوگوں کو روکتے رہو ورنہ اللہ تعالی تمہارے اوپر اپنا عذاب بھیج دے گا پھر تم اسے پکاروگے لیکن تمہاری دعا قابل قبول نہیں ہوگی۔

مزید ارشاد ہے: وعَن أَبِي هُرَيرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ: " أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ المُؤمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ المُرسَلِينَ، ... ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشعَثَ أَغبَرَ، يَمُدُّ يَدَيهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالحَرَامِ، فَأَنَّى يُستَجَابُ لِذَلِكَ؟ "[صحیح مسلم حدیث:۱۰۱۵]۔

ترجمہ: لوگو! اللہ تعالی پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالی نے مؤمنین کو حکم دیا جس کا انبیاء کو حکم دیا تھا... پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو دور دراز کا سفر کرتا ہے اس کی حالت پراگندہ ہے، اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتا ہے، یارب یارب کہتا ہے، جبکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے، حرام خوری کے ذریعہ اس کی پرورش ہوئی ہے، ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہوگی؟۔

۱۱-وہ گناہ کبیرہ ہیں جن کے کرنے پر حدیں مقرر کی گئی ہیں:

شریعت اسلامیہ نے معاشرہ میں امن وامان کی بحالی کے لیے کچھ بھیانک قسم کے گناہوں پر جسمانی حدیں مقرر فرمایا ہے، یہ حدیں امن امان کی بحالی کے ساتھ ساتھ رحمت الہی بھی ہیں۔

اس لئے ان کے مرتکبین پر شریعت اسلامیہ نے حد مقرر فرمایا ہے، مثال کے طور پر چوری، ڈاکہ زنی، زنا کاری، تہمت اور شراب نوشی وغیرہ، اللہ تعالی کا فرمان ہے: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقطَعُوا أَيدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ"[المائدہ:۳۸]۔

ترجمہ: چوری کرنے والے مرد وعورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا، یہ عذاب اللہ کی طرف سے ہے، اللہ تعالی قوت وحکمت والا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: "إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسعَونَ فِي الأَرضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَو يُصَلَّبُوا أَو تُقَطَّعَ أَيدِيهِم وَأَرجُلُهُم مِن خِلَافٍ أَو يُنفَوا مِنَ الأَرضِ ذَلِكَ لَهُم خِزيٌ فِي الدُّنيَا وَلَهُم فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ" [المائدہ:۳۳]۔

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھریں ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کردیئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں، یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پیر کاٹ دئے جائیں، یا وہ جلاوطن کردیے جائیں، یہ ان کی دنیاوی ذلت وخواری ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: "وَالَّذِينَ يَرمُونَ المُحصَنَاتِ ثُمَّ لَم يَأتُوا بِأَربَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجلِدُوهُم ثَمَانِينَ جَلدَةً وَلَا تَقبَلُوا لَهُم شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الفَاسِقُونَ"[النور:۴]۔

ترجمہ: جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب پینے والے کو چالیس کوڑے لگانا ثابت ہے، البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اسی کوڑے لگانا ثابت ہے، اور دونوں سنتوں پر عمل کرنا سنت ہے۔

۱۲-وہ گناہ کبیرہ ہیں جن پر قصاص مقرر ہے:

شریعت اسلامیہ نے معاشرہ کو ظلم وزیادتی سے پاک وصاف رکھنے کے لئے بہت سارے گناہوں پر قصاص مقرر فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَلَكُم فِي القِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الأَلبَابِ لَعَلَّكُم تَتَّقُونَ [البقرۃ:۱۷۹]۔

ترجمہ: عقلمندو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے تاکہ تم ناحق قتل سے بچے رہو۔

اللہ تعالی مزید فرماتا ہے: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ [المائدة:۴۵]۔

ترجمہ: اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔

گناہ کبیرہ سے متعلق بعض اہم مسائل:

ا- گناہ کبیرہ کا مرتکب اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے:

اس میں کوئی شک نہیں کہ گناہ کبیرہ انسان کو ہلاک و برباد کر دیتا ہے، اسی لئے شریعتِ اسلامیہ نے اپنے ماننے والوں کو کبائر سے مکمل اجتناب کا حکم دیا ہے، اور ایک مسلمان کو چاہئے بھی کہ ہر طرح کے گناہوں سے اجتناب کرے، لیکن ان تمام چیزوں کے بعد کیا مرتکبِ کبیرہ گناہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک مرتکب گناہ کبیرہ کامل مؤمن نہیں ہوتا ہے اور نا ہی دائرہ اسلام سے مکمل طور پر خارج ہوتا ہے۔

البتہ مرتکب گناہ کبیرہ فرقہ خوارج کے نزدیک اسلام سے مکمل طور پر نکل جاتا ہے اور مخلد فی النار ہو جاتا ہے، جبکہ معتزلہ کے نزدیک کفر اور اسلام کے درمیانی والی منزلت میں ہوتا ہے اور ان کے نزدیک خوارج کی طرح آخرت میں اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اس کے بالمقابل فرقہ مرجئہ کے نزدیک مرتکب کبیرہ کامل مؤمن ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مرتکب کبیرہ کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے اصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ((وَهُمْ مَعَ ذَلِكَ لَا يُكَفِّرُونَ أَهْلَ الْقِبْلَةِ بِمُطْلَقِ الْمَعَاصِي وَالْكَبَائِرِ كَمَا يَفْعَلُهُ الْخَوَارِجُ)) [مجموع الفتاوی ۳/۱۵۳]۔

ترجمہ: اہل سنت والجماعت مسلمانوں کو مطلق گناہ اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب پر خوارج کی طرح کافر نہیں کہتے ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ((وَيَقُولُونَ: هُوَ مُؤْمِنٌ نَاقِصُ الْأِيمَانِ أَوْ مُؤْمِنٌ بِإِيمَانِهِ فَاسِقٌ بِكَبِيرَتِهِ؛ فَلَا يُعْطَى الِاسْمَ الْمُطْلَقَ وَلَا يُسْلَبُ مُطْلَقَ الاسم)) [مجموع الفتاوی ۳/۱۵۳]۔

ترجمہ: مرتکب کبیرہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک مؤمن ناقص ایمان ہے، یا اپنے ایمان کی وجہ سے مؤمن جبکہ کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق ہے، اسے مطلق مؤمن نہیں کہا جائے گا اور نا ہی مطلق طور پر ایمان سلب کیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مرتکب گناہ کبیرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور اسے اسلام سے خارج کرنا اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کے خلاف ہے۔

۲- نصوص وعد و وعید کا معنی ومفہوم:

قرآن وسنت میں کچھ ایسے نصوص وارد ہیں جن میں اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کے لیے بے شمار نعمتوں اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے، ان نصوص کو اہلِ علم نصوص وعد سے تعبیر کرتے ہیں۔

اسی طرح قرآن وحدیث میں کچھ ایسے نصوص وارد ہوئے ہیں جن میں فاسق وفاجر کے لیے جہنم کی دھمکی اور جنت سے محرومی کا دوٹوک الفاظ میں ذکر ہے، ان نصوص کو علماء اسلام نصوص وعید سے تعبیر کرتے ہیں۔

نصوص وعد و وعید کے سلسلے میں بہت سارے فرقے ضلالت وگمراہی کے شکار ہوگئے، کچھ نے نصوص وعد کو اپنایا اور نصوص وعید سے پہلوتہی اختیار کرتے ہوئے ہر طرح کے فاسق وفاجر مسلمانوں کو کامل مؤمنین کے زمرے میں کھڑا کر دیا جیسا کہ مرجئہ کا منہج واصول ہے۔

جبکہ کچھ نام نہاد اسلامی فرقوں نے نصوص وعید پر اپنا پورا زور صرف کرتے ہوئے اپنا یہ اصول ومنہج بنالیا کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے مکمل طور پر خارج ہے اور انہوں نے مرتکب کبیرہ کو کلی طور پر اسلام سے نکالتے ہوئے ان پر حقیقی کافر ہونے کا فتوی ٹھوک دیا۔

جبکہ تمام ابواب کی طرح باب وعد و وعید میں بھی اہل سنت والجماعت کا موقف قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے۔

اہل سنت والجماعت نے نصوص وعد وعید میں وسطیت کو اپناتے ہوئے جہاں نصوص وعد پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی ذات سے ہر اہل ایمان کے لیے خیر وبھلائی کی امید رکھتے ہیں وہیں نصوص وعید پر ایمان رکھتے ہوئے عاصی ونافرمان کو اسلام سے خارج نہیں کرتے، بلکہ مرتکبین گناہ کبیرہ کے بارے میں ان کا اعتقاد ہے کہ وہ فاسق وفاجر مسلمان ہیں اور ملت اسلامیہ سے کسی گناہ کی وجہ سے خارج نہیں مانتے، بلکہ ایسے فاسق وفاجر مسلمانوں کے بارے میں ان کا اعتقاد ہے کہ یہ گنہگار ہیں، اگر اللہ تعالی چاہے تو انہیں معاف فرمادے، اور یہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے، بلکہ یہ اگر جہنم میں داخل بھی ہوئے تو انہیں جہنم سے نکالا جائیگا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: " إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا" [النساء:۴۸]۔

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالی کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ کیا اور بہتان باندھا۔

اللہ تعالی کا مزید فرمان ہے: "قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ

الرَّحِيمُ"[الزُّمَر:۵۳]۔

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ کہہ دیں: اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ، یقین جانو اللہ تعالی تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش اور بڑی رحمت والا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: " عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »يَخرُجُ مِنَ النَّارِ مَن قَالَ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَفِي قَلبِهِ وَزنُ شَعِيرَةٍ مِن خَيرٍ، وَيَخرُجُ مِنَ النَّارِ مَن قَالَ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَفِي قَلبِهِ وَزنُ بُرَّةٍ مِن خَيرٍ، وَيَخرُجُ مِنَ النَّارِ مَن قَالَ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَفِي قَلبِهِ وَزنُ ذَرَّةٍ مِن خَيرٍ « قَالَ أَبُو عَبدِ اللَّهِ: قَالَ أَبَانُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: »مِن إِيمَانٍ « مَكَانَ »مِن خَيرٍ «[صحیح بخاری حدیث:۴۴]۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جہنم سے ہر وہ شخص نکالا جائے گا جس نے " لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّه " کہا اور اس کے دل میں جو کے دانے کے وزن کے برابر ایمان ہوگا، اور جہنم سے ہر وہ شخص نکالا جائے گا جس نے " لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّه " کہا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے وزن کے برابر ایمان ہوگا، اور جہنم سے ہر وہ شخص نکالا جائے گا جس نے " لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّه " کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا۔

معلوم ہوا کہ مرتکب گناہ کبیرہ مسلمان ہے اور گناہوں کے سبب وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اور انہیں اسلام سے بالکلیہ خارج کرنا قرآن وحدیث اور اہل سنت والجماعت کے منہج واعتقاد کے خلاف ہے۔

۳- گناہ کبیرہ اور توبہ:

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو ہر طرح کے گناہوں کے ارتکاب سے روکا ہے، بالخصوص کبیرہ گناہوں سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، اور اللہ تعالی کا وعدہ ہے کہ اگر بندہ کبیرہ گناہوں سے بچ جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کے بقیہ تمام چھوٹے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

جہاں اللہ تعالی نے انواع واقسام کے کبیرہ گناہوں سے روکا ہے وہیں گناہوں کے سرزد ہوجانے پر توبہ واستغفار اور رجوع الہی کا حکم دیا ہے، بلکہ اہل سنت والجماعت کا یہ بنیادی اصول ہے کہ توبہ واستغفار سے ہر طرح کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اللہ تعالی تبارک وتعالی بہت سارے کبیرہ گناہوں کے ذکر کے بعد فرماتا ہے: إِلا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِم حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا [الفرقان:۷۰]۔

اس آیت کریمہ سے بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ توبہ سے ہر طرح کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، بلکہ توبہ نصوح کرنے سے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا جاتا ہے۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہئے کہ ہر طرح کے گناہوں سے اجتناب کرے بالخصوص کبیرہ گناہوں سے، اور اگر کسی سے کبیرہ گناہ سرزد ہوجائے تو بارگاہ الہی میں توبہ نصوح کرے۔

علماء امت نے صحیح نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے توبہ نصوح کے کچھ شروط مقرر فرمائے ہیں، توبہ نصوح کے وقت ان شروط کا پاس ولحاظ ضروری ہے۔

توبہ نصوح کی مندرجہ ذیل اہم شروط ہیں:

۱- توبہ خالص اللہ کیلئے ہو، اس طور پر کہ توبہ کا مقصد ثواب الہی کا حصول اور عذاب الہی سے نجات ہو۔

۲- اپنے کئے گئے گناہوں پر نادم وشرمندہ ہو، اس طور پر کہ وہ اپنی معصیت پر غمزدہ ہو اور اس بات کا تمنا کرے کہ کاش یہ گناہ نہ کیا ہوتا۔

۳- گناہ سے فی الفور رک جائے، اگر گناہ کا تعلق اللہ سے ہو تو فوراً اس گناہ سے باز آجائے، اور اگر گناہ کا تعلق مخلوق سے ہو تو مخلوق کی طرف رجوع کرے اور معافی تلافی کرلے۔

۴- اس بات کا پختہ ارادہ ہو کہ وہ آئندہ اس طرح کے گناہوں کے قریب نہیں جائے گا۔

۵- توبہ کا وقت فوت ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرلے، اس طور پر کہ توبہ غرغرہ سے پہلے ہو اور مغرب کی جانب سے طلوع شمس سے پہلے ہوجائے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: "وَلَيسَتِ التَّوبَةُ لِلَّذِينَ يَعمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ المَوتُ قَالَ إِنِّي تُبتُ الآنَ وَلا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُم كُفَّارٌ أُولَئِكَ أَعتَدنَا لَهُم عَذَابًا أَلِيمًا"[النساء:۱۸]۔

ترجمہ: ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کے جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی، اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مرجائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:: عَن أَبِي هُرَيرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: »مَن تَابَ قَبلَ أَن تَطلُعَ الشَّمسُ مِن مَغرِبِهَا، تَابَ اللهُ عَلَيهِ« [صحیح مسلم حدیث:۲۷۰۳]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص مغرب سے سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرلے تو اس کی توبہ قابل قبول ہے۔

لہذا توبہ کرتے وقت ان پانچ شروط کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالی ہم تمام مسلمانوں کو گناہوں سے اجتناب اور ارتکاب گناہ کے بعد توبہ نصوح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

چاشت کی نماز-فضائل ومسائل

ابوعدنان سعید الرحمٰن نور العین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الہندی للترجمۃ والتالیف، نئی دہلی
Mob. 8285162681

چاشت کی نماز شریعت میں ثابت ہے۔اس کی انجام دہی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف فضائل وفوائد کی خوشخبری سنائی ہے۔صلاۃ ضحیٰ یا چاشت کی نماز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں داخل تھی۔چاشت کی نماز کے تعلق سے شریعت اسلامیہ میں مختلف تعلیمات وارد ہیں اور اس بارے میں مختلف حدیثیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جن سے صلاۃ ضحیٰ کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔صلاۃ ضحیٰ چونکہ چاشت کے وقت میں پڑھی جاتی ہے، اس وجہ سے اسے اسی نام سے موسوم کردیا گیا ہے۔یہ نماز موجودہ دور میں متروکہ سنتوں میں سے ہوچکی ہے اور معدودے چند اشخاص ہی اس نماز پر مواظبت کرتے ہیں اور اس کی ادائیگی پر توجہ دیتے ہیں۔اسی وجہ سے زیر نظر مضمون میں صلاۃ ضحیٰ کے تعلق سے بعض احکام ومسائل کو قلمبند کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اس بیش بہا اور فضیلت یافتہ سنت کا احیاء کیا جاسکے،اس کی ادائیگی پر رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے فضائل وفوائد سے اپنے دامن مراد کو بھرا جاسکے بلکہ فرائض وواجبات میں ہونے والی کوتاہیوں،کمیوں اور نقائص کی بیا اور اس جیسی دوسرے نوافل عبادات کے ذریعہ بھرپائی کی جاسکے۔

چاشت کی نماز کا حکم: چاشت کی نماز کے تعلق سے وارد حدیثوں پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ چاشت کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔بعض حدیثوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خود انجام دیا ہے۔بعض دوسری حدیثوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی انجام دہی پر ابھارا ہے جبکہ بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں، جن میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ، ابودرداء اور ابوذر رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے صحابہ کرام کو اس فضیلت یافتہ اور نہایت ہی بابرکت نماز کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔اس باب میں وارد تمام حدیثوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل سنت مؤکدہ ہے۔شیخ ابن باز رحمہ اللہ کہتے ہیں: صلاۃ الضحیٰ سنۃ مؤکدۃ فعلہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، و أرشد الیہا أصحابہ یعنی چاشت کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے انجام دیا ہے اور صحابہ کرام کو بھی اس کی تاکید کی ہے۔(مجموع الفتاوی ۱۱/۳۸۹)

البتہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح بخاری ومسلم میں جو مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپسی پر ہی اس عمل کی انجام دہی کیا کرتے تھے۔اس سلسلے میں صحیح بات یہی ہے کہ مائی عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات اپنے علم کے مطابق کہی ہے اور ان کا موقف یہی تھا کہ سفر سے واپسی پر ہی اس نماز کی ادائیگی کی جائے گی۔جو کہ جمہور صحابہ کرام اور علماءِ امت کے موقف کے خلاف ہے۔

اسی طرح چاشت کی نماز کے بارے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ نماز بدعت ہے۔اس سلسلے میں شراح حدیث نے یہی لکھا ہے کہ اس نماز کو مسجد میں یا باجماعت ادا کرنا بدعت ہے، البتہ گھر اور دیگر جگہوں پر اس کی ادائیگی کے تعلق سے صحیح بات یہی ہے کہ یہ نماز نہایت ہی فضیلت یافتہ اور بہت ہی اجر وثواب کی حامل عبادت ہے۔

چاشت کی نماز کی فضیلت: چاشت کی نماز کی فضیلت کے تعلق سے مختلف صحیح احادیث وارد ہیں۔جن میں سے بعض حدیثیں درج ذیل ہیں:

☆ **چاشت کی نماز، توبہ کرنے والوں کی خاص نماز ہے اور اس کا اہتمام توبہ پسند انسان ہی کرتا ہے:** صلاۃ ضحیٰ کے تعلق سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم خوشخبری یہ دی ہے کہ یہ توبہ کرنے اور رب تعالیٰ کے حضور استغفار اور مغفرت چاہنے والوں کی نماز ہے۔چنانچہ اس نماز کا اہتمام وہی لوگ کرسکتے ہیں جو کہ توبہ پسند اور رب تعالیٰ کے حضور انابت اور رجوع کا جذبہ اپنے دلوں میں فراواں رکھتے ہوں۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"صلاۃ الضحیٰ صلاۃ الأوابین" یعنی چاشت کی نماز توبہ وانابت کرنے والوں کی نماز ہے۔(مسند الفردوس للدیلمی/3827، شیخ البانی نے اسے صحیح الجامع میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا:"لایحافظ علی صلاۃ الضحیٰ الا أواب، وھی صلاۃ الأوابین" یعنی چاشت کی نماز کا اہتمام نیکوکار وں شخص ہی کرے گا اور یہ نیکی پسندوں کی نماز ہے۔(صحیح ابن خزیمہ/1224، مستدرک حاکم/1182، مسند طیالسی/3665، یہ حدیث حسن ہے۔ملاحظہ ہو: صحیح الجامع/7628 اور سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ/703)

ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس انسان کو چاشت کی نماز کی توفیق ملے، وہ بے حد خوش نصیب اور لائق صد مبارک باد ہے کہ اسے ایسے عمل کی انجام دہی کا موقع ہاتھ لگا ہے جس کے بارے میں رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے کہ ایسا انسان نیکی پسند، توبہ پسند اور مغفرت طلب کرنے والا ہے جسے چاشت نماز کی توفیق ملی ہو۔

☆ جو شخص چاشت کی چار رکعتیں پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی منجملہ ضروریات کی طرف سے کافی ہوگا: ابودرداء اور ابوذر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ابن آدم! اركع لي من أول النهار أربع ركعات، أكفك آخره“ یعنی اے آدم کے بیٹے! تم دن کے ابتدائی پہر میں چاشت کی چار رکعتیں ادا کرو، میں تمہارے لئے دن کے آخری پہر تک کافی ہوں گا“۔ (سنن ترمذی/437، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

نعیم بن ھمام نے کہا ہے کہ جو کوئی شخص اپنے دن کی ابتداء چاشت کی چار رکعتوں سے کرے گا، اس کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہوگا۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام طبری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ”أكفك آخره“ یعنی میں تمہاری ضرورتوں اور حاجتوں کی تکمیل کروں گا اور تمہاری مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کردوں گا۔ تمہارے ساتھ میری یہ عنایت تمہارے نماز کی ادائیگی سے لے کر دن کے آخری پہر تک ہوگا اور حدیث کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تم دن کے پہلے پہر میں میری عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرو، میں دن کے آخری پہر تک، تمہاری ضروریات کی تکمیل کے لئے تمہیں فارغ کردوں گا۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي شرح الترمذي/475)

☆ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کی ادائیگی کی وصیت فرمائی ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دوست جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی نصیحت فرمائی ہے اور مجھے تاکید کی ہے کہ میں انہیں مرتے دم تک نہ چھوڑوں: پہلی بات یہ ہے کہ میں ہر مہینے کے تین دنوں کا روزہ رکھوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں چاشت کی نماز کا اہتمام کروں اور تیسری بات یہ ہے کہ میں وتر پڑھنے سے پہلے نہ سوؤں۔ (صحیح بخاری/1178، صحیح مسلم/721)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کی نصیحت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو بھی کی تھی۔ چنانچہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی نصیحت فرمائی تھی اور یہ تاکید بھی کی تھی کہ میں جیتے جی انہیں نہ چھوڑوں: ان میں پہلا یہ ہے کہ میں ہر مہینے کے تین دنوں کا روزہ رکھوں۔ دوسری وصیت یہ تھی کہ میں چاشت کی نماز کا اہتمام کروں اور تیسری وصیت یہ ہے کہ میں وتر کی نماز پڑھنے سے پہلے نہ سوؤں۔ (صحیح مسلم/722)

☆ جو چاشت کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف جائے گا تو اسے عمرہ کرنے والے کے برابر ثواب حاصل ہوگا: ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من خرج من بيته متطهرا الى صلاة مكتوبة فأجره كأجر الحاج المحرم ومن خرج الى تسبيح الضحىٰ لا ينصبه الا اياه فأجره كأجر المعتمر وصلاة على اثر صلاة لا لغو بينهما كتاب في عليين“ یعنی جو شخص وضو کر کے فرض نماز کے لئے مسجد کی طرف جاتا ہے تو اسے حج اور عمرہ کرنے والے انسان کے برابر ثواب حاصل ہوتا ہے اور جو شخص چاشت کی نماز پڑھنے کی غرض سے جاتا ہے، اس کے اٹھ کر جانے کا اس کے سوا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہوتا تو اسے عمرہ کرنے والے انسان کے برابر ثواب حاصل ہوتا ہے۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی ادائیگی علیین میں لکھ دی جاتی ہے بشرطیکہ دونوں نمازوں کے درمیان کوئی فضول بات نہ کی گئی ہو“ (سنن ابوداود/558، شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

اس حدیث میں چاشت کی نماز کے لئے جانے کے تعلق سے ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مقصود مسجد کی طرف جانا ہے، گرچہ حدیث میں لفظِ مسجد کی وضاحت موجود نہیں ہے۔ اسی وجہ سے شافعیہ نے چاشت کی نماز کو مسجد ہی میں پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ جبکہ اس حدیث کے مفہوم میں دوسرا احتمال یہ کہ انسان اس نماز کی ادائیگی کے لئے اپنی مشغولیتوں اور دیگر ان کاموں سے، جو اللہ سے دوری پیدا کرتے ہوں، کو ترک کردے اور جس بھی جگہ ہو چاشت کی نماز ادا کرے۔ بہر حال نماز چاشت کی ادائیگی کے لئے نکلنے کی صورت میں انسان کو عمرہ کرنے والے شخص کے برابر ثواب حاصل ہوگا۔

☆ اگر انسان فجر کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک بیٹھ کر ذکر واذکار کرے اور سورج نکلنے کے بعد اسے ادا کرے تو اس انسان کو کامل حج اور کامل عمرے کا ثواب حاصل ہوگا: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من صلى الغداة في جماعة، ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم صلى ركعتين، كانت له كأجر حجة و عمرة تامة تامة تامة“ یعنی جو کوئی انسان جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتا ہے۔ اس کے بعد بیٹھ کر سورج نکلنے کے وقت تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے پھر دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو اس شخص کو ہر ناحیے سے کامل حج اور ہر ناحیے سے کامل عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ (سنن ترمذی/586، اسے شیخ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔)

اس حدیث کے سلسلے میں محدثین کا اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان دونوں رکعتوں سے مقصود ’صلاةِ اشراق‘ ہے، چاشت کی نماز مراد نہیں ہے اور بعض دوسرے اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ اس سے چاشت ہی کی نماز مراد ہے۔ انہوں نے اپنے موقف کے اثبات کے لئے یہ دلیل پیش کیا ہے کہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ ”جو جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتا ہے اور پھر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے یہاں تک کہ چاشت کی نماز پڑھ لیتا ہے تو ایسے شخص کو کامل حج اور کامل عمرے کا ثواب حاصل ہوگا“۔ اس حدیث کو امام طبری نے روایت کیا ہے اور امام منذری نے کہا ہے کہ اس حدیث کے بعض رواۃ مختلف فیہ ہیں البتہ اس حدیث کے بہت سارے شواہد موجود ہیں۔

☆ اس نماز کا ثواب جہاد کے مثل ہے: عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک بار اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، جو مالِ غنیمت

حاصل کرنے کے بعد بہت جلد لوٹ آیا۔لوگوں نے ان کی جلد واپسی اور بہت زیادہ مالِ غنیمت کے حصول کو حیرت واستعجاب کی نظر سے دیکھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"ألا أدلكم علی أقرب منهم مغزی و أكثر غنيمة و أوشك رجعة من توضأ ثم غدا الى المسجد لسبحة الضحیٰ فهو أقرب منهم مغزی و أكثر غنيمة و أوشك رجعة" یعنی کیا میں تمہارے لئے ایسے عمل کی رہنمائی نہ کردوں جس میں اس سے کم عمل درکار ہوتا ہے، زیادہ اجر حاصل ہوتا ہے اوراس سے جلدی فرصت بھی مل جاتی ہے؟ جس کسی نے وضو کیا اور چاشت نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کی طرف نکل گیا تو اس کولشکر والوں سے کم وقت بھی درکار ہوگا، زیادہ غنیمت بھی ہاتھ لگے گا اور جلدی فرصت بھی مل جائے گی۔(مسند احمد/6466، شیخ البانی نے صحیح الترغیب والترہیب/668 میں حسن صحیح قرار دیا ہے۔)

☆ **چاشت کی نماز کی ادائیگی یومیہ جسمِ انسانی کے جوڑوں پر عائد صدقات کی طرف سے کفایت کرے گی:** ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"يصبح على كل سلامى من أحدكم صدقة، فكل تسبيحة صدقة، وكل تحميدة صدقة، و كل تحميدة صدقة، وكل تهليلة صدقة، و كل تكبيرة صدقة و أمر بالمعروف صدقة، ونهى عن المنكر صدقةويجزئ من ذلك ركعتان يركعهما من الضحى" یعنی تم میں سے ہر ہر فرد کے ذمے،اس کے جسم کے تمام جوڑوں کی طرف سے صدقہ واجب ہے۔چنانچہ ہر"سبحان الله" کہنا صدقہ ہے، ہر"الحمدلله" کہنا صدقہ ہے، ہر "لااله الاالله" کہنا صدقہ ہے، ہر"الله اكبر" کہنا صدقہ ہے اور بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے نیز برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے اور چاشت کے وقت کی دو رکعتیں، اس شکر کی ادائیگی کے لئے کافی ہیں"۔(صحیح مسلم/1181)

اسی طرح سے بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"فی الانسان ثلاث مائة و ستون مفصلا، فعليه أن يتصدق عن كل مفصل بصدقة" یعنی انسان کے جسم میں تین سوساٹھ جوڑ ہیں۔ ہر انسان پر لازم ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرے"۔ یہ سن کر صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی طاقت کس کے پاس ہے؟ ارشاد فرمایا:"النخاعة فی المسجد تدفنها والشئ تنحيه عن الطريق فان لم تجد فركعتا الضحیٰ تجزئك" یعنی مسجد میں تھوک کو مٹی میں دفن کر دینا اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا اور ایسا نہیں کر سکتے تو چاشت کے وقت کی دو رکعتیں تیرے لئے کافی ہوں گی"۔(سنن ابوداود/5242، مشكل الآثار للطحاوی ۱/۲۵، صحیح ابن حبان/633، 811، مسند احمد 5/354، 359، شیخ البانی نے اسے مشکوٰۃ المصابیح کی تحقیق/1315، ارواء الغلیل ۲/۲۱۳ اور التعلیق الرغیب ۱/۲۳۵ میں صحیح قرار دیا ہے۔)

چاشت کی نماز کا وقت: چاشت کی نماز کا وقت سورج کے ایک نیزے کے قریب بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے اور زوال سے پہلے پہلے تک ممتد ہوتا ہے۔اس نماز کا سب سے موزوں وقت جبکہ دھوپ کی شدتِ تمازت سے اونٹ کے بچے کا پاؤں جلنے لگے، جیسا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:"صلاة الأوابين حين رمضت الفصال" یعنی اوابین (ہر وقت اللہ کی رضا کے حصول میں کوشاں رہنے والے) لوگوں کی نماز کا وقت اس وقت ہے جبکہ دھوپ کی شدت تپش سے اونٹ کے بچے کا پاؤں جلنے لگے۔(صحیح مسلم/1238)

امام نووی نے کہا ہے کہ ہمارے علماء کے یہاں یہی چاشت کا سب سے افضل وقت ہے، گرچہ اس سے پہلے بھی سورج کے نمودار کے بعد سے لے کر زوال تک اسے ادا کرنا درست ہے۔(ملاحظہ ہو: شرح مسلم، حدیث نمبر 748)

یہ وقت دن کا ایک چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔اسی وجہ سے"الحاوی" کے مصنف نے لکھا ہے کہ چاشت کی نماز کا موزوں ترین وقت دن کا چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد کا وقت ہے، جیسا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے۔اس کے بعد انہوں نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔(ملاحظہ ہو: المجموع للامام النووی4/36)

امام شربنی نے کہا ہے کہ راجح بات یہی ہے کہ اسے دن کا ایک چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد ادا کیا جائے، کیونکہ صحیح مسلم کی روایت سے اسی بات کی وضاحت ہوتی ہے اور ایسی صورت میں دن کی کوئی چوتھائی عبادت سے خالی نہیں رہے گی۔(مغنی المحتاج شرح المنهاج1/306)

گذشتہ حدیثوں اوراقوالِ ائمہ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ چاشت کی نماز کا موزوں ترین وقت یہی ہے کہ انسان، اسے اس وقت ادا کرے جبکہ دھوپ کی تمازت انتہائی شدت اختیار کر جاتی ہے جبکہ اونٹ کے بچوں کے پاؤں جلنے لگتے ہیں۔

چاشت کی نماز کی رکعتوں کی تعداد: امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ چاشت کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے۔یہ کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں مشروع ہے، اس کے علاوہ اسے چار اور چھ رکعتیں بھی پڑھ سکتے ہیں۔امام نووی رحمہ اللہ نے جو کچھ ذکر کیا ہے، ان تمام کے سلسلے میں احادیث وارد ہیں۔جہاں تک دو رکعتوں کی مشروعیت کی بات ہے تو اس سلسلے میں وارد احادیث چاشت کی نماز کے فضائل کے بیان کے ضمن میں گزر چکی ہیں۔

چاشت نماز کے چار رکعت ہونے کے تعلق سے معاذۃ رحمہا اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی کتنی رکعتیں پڑھا کرتے تھے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ چار رکعات اور کبھی چاہتے تو اضافہ بھی کیا کرتے تھے۔(صحیح مسلم/719)

چاشت کی نماز کے چھ رکعات مشروع ہونے کی دلیل یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے

بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔اسے امام ترمذی نے شمائل میں روایت کیا ہے۔(ملاحظہ ہو:صحیح الجامع/4960)

نیز چاشت کی نماز کے آٹھ رکعات ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ’’جو چاشت کی چار رکعتیں پڑھتا ہے اور چار سے پہلے چار رکعتیں مزید پڑھتا ہے تو ایسے شخص کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جائے گا‘‘۔یہ حدیث حسن ہے۔اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے ’’**المعجم الأوسط**‘‘میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔(ملاحظہ ہو:صحیح الجامع/6340)

اسی طرح سے ام ھانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن، ان کے گھر میں چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔لیکن ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث میں موجود نماز کے سلسلے میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ آیا یہ ’’صلاۃ فتح ‘‘ تھی یا ’’صلاۃ ضحی ‘‘؟لیکن اس سلسلے میں راجح بات یہ ہے کہ وہ چاشت کی نماز تھی، اس لئے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اس بات کی صراحت کی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم(336) میں ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا:اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں‘‘۔صحیح مسلم ہی کی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے سال چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھی۔آپ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرا کرتے تھے۔اس حدیث کو امام ابوداود نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

اسی طرح سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز آٹھ رکعات پڑھا کرتے تھے.........‘‘۔اسے امام مالک نے اپنی موطا میں روایت کیا ہے۔

یہ رہے چاشت نماز کے بارے میں وارد فضائل و مسائل کا بیان، جسے صحیح احادیث کی روشنی میں ذکر کیا گیا ہے۔ہمیں چاہئے کہ ہم اس مہتم بالشان اور فضیلت یافتہ عمل کی انجام دہی کو لازم پکڑیں اور اپنی مشغولیات سے وقت نکال کر، اس نماز کو ادا کیا کریں، کیونکہ یہ ایسی نماز ہے جس کی وصیت، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے صحابہ کرام کو کی تھی اور یہ تاکید فرمائی تھی کہ ان میں جب تک جان رہے، اس نماز کو ترک نہ کریں، لہٰذا ہمیں اس نماز پر مداومت برتنی چاہئے۔اللہ ہمیں اس کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین۔

☆☆☆

ا۔جامعۃ المفلحات کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد،لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: (1)حفظ وناظرہ (2)L.K.G. تا X مع متوسطہ وعالمیت (3) مختصر عالمیت (تین سالہ) دسویں پاس/فیل طالبات کے لئے (4) فضیلت (دوسالہ) داخلہ، تعلیم، قیام وطعام مفت (5) تدریب المعلمات والداعیات والمفتیات (ایک سالہ) برائے فاضلات، تعلیم، قیام وطعام مفت، ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طالبات جامعہ سند عالمیت سے اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے .B.A میں اور سند فضیلت سے .M.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔

فون نمبرات:9963635354/8008492052/9346823387/7416536037

(2)**جامعۃ المفلحات** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد،لڑکیوں کی عصری اسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: .L.K.G تا x مع اسلامک اسٹڈیز فون نمبرات:8074001169/9177550406

(3)**جامعۃ الفلاح** شریف نگر، حیدرآباد لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ مع انگلش، سائنس، تلگو وحساب (2) مختصر عالمیت (تین سالہ) مع کمپیوٹر کورس برائے SSC طلبہ (3) فضیلت (دوسالہ) تعلیم قیام وطعام مفت، مع ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طلبہ جامعہ سند عالمیت سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے B.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔فون نمبر:9133428476/9502089170

(4)**فلاح انٹرنیشنل اسکول** شریف نگر، حیدرآباد، لڑکیوں کی عصری واسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: Nursery تا x **مع حفظ یا عالمیت** فون نمبر:9505872810/9133428476

(5)**مرکز الأیتام** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے لئے اسکول وہاسٹل۔انگلش میڈیم۔جن لڑکے ولڑکیوں کی عمر 10 سال سے کم ہو اور والد یا والدہ کا انتقال ہوگیا ہو ان کے لئے تعلیم، قیام وطعام، کتب اور یونیفارم کے ساتھ طبی سہولیات کا مکمل انتظام ہے، جس میں سال بھر داخلے جاری ہیں۔

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات (1) حفظ وناظرہ (2)L.K.G. تا x مع دینیات فون نمبرات:9000002154/8008492052

المعلن: شریف محمد بن غالب الیمانی الاشراف، رئیس الجامعات

جنت اوراس کے طلبگار

تحریر: شیخ ناظم سلطان المسباح
ترجمہ: عبدالمنان شکراوی
اہل حدیث منزل، دہلی

مومن غیب کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے جن میں سے ایک جنت بھی ہے جو امن وسلامتی کا گھر ہے اور آخرت میں مومن مردوں اور مومن عورتوں کا ٹھکانا ہے۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اس وقت موجود ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرقہ ناجیہ کے عقیدہ سے متعلق فرماتے ہیں: ’’اور جنت اور دوزخ پیدا کردی گئی ہیں وہ کبھی بھی فنا وختم نہیں ہوں گی۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو دیگر مخلوق سے پہلے پیدا فرمایا۔ طحاوی کے شارح علامہ محمد بن ابی العز حنفی فرماتے ہیں’’: اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنت اور جہنم پیدا کی جاچکی ہیں اور وہ اس وقت موجود ہیں۔ اہل سنت کا ہمیشہ سے یہی عقیدہ رہا یہاں تک کہ فرقۂ معتزلہ اور قدریہ کا وجود عمل میں آیا اور انہوں نے اس کا انکار کیا۔‘‘

جنت کے موجود ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (آل عمران:۱۳۳) ترجمہ:’’ پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔‘‘ اسی طرح جہنم کے موجود ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ: (البقرۃ:۲۴) ہے۔ ترجمہ:’’ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔‘‘ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (النجم:۱۳۔۱۵) ترجمہ:’’ ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔ سدرۃ المنتہیٰ (بیری کا درخت) کے پاس۔ اسی کے پاس جنۃ الماویٰ ہے۔‘‘

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا اور اس کے پاس جنۃ الماویٰ کو بھی دیکھا۔ جیسا کہ صحیحین کی روایت میں ہے جسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان کی سیر والے قصہ کے ذیل میں بیان کیا ہے اس کے آخر میں ہے: پھر جبریل چلے اور سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اسے رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا معلوم ہے وہ کیا تھے؟ آپ نے فرمایا: پھر میں جنت میں داخل ہوا جس میں موتیوں کے دانے تھے اور اس کی مٹی مشک (اعلیٰ قسم کی خوشبو) کی تھی۔‘‘

جنت کے موجود ہونے کی بہت سی دلیلیں ہیں لہٰذا مسلمان کے لئے اس پر اسی طرح ایمان لانا لازمی وضروری ہے جس طرح سلف صالحین صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ اربعہ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (ایسی ایسی نعمتیں) تیار کر رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہ دیکھا، جن سے متعلق کسی کان نے نہیں سنا اور نہ ہی کسی کے دل میں اس کا خیال آیا۔ اور اگر چاہو تو پڑھو: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (السجدۃ:۱۷) ترجمہ:’’ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے، جو کچھ وہ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔‘‘ (بخاری ومسلم)

جنت کی نعمتیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوگا پھر جو گروہ ان کے بعد جائے گا وہ سب سے زیادہ چمکتے ہوئے تارے کی طرح ہوگا۔ نہ وہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ۔ نہ تھوکیں گے اور نہ ہی ناک سنکیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور پسینے سے مشک کی خوشبو آئے گی۔ ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتی ہوگی اور ان کی بیویاں بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ اور ان کی عادتیں ایک شخص کی عادتوں کے موافق ہوں گی۔ ان کا قد اپنے باپ آدم کی طرح ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ (بخاری ومسلم) بخاری ومسلم کی ہی ایک روایت میں ہے کہ ان کے برتن سونے کے اور پسینے سے مشک کی خوشبو آرہی ہوگی۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا گودا خوبصورتی کی وجہ سے گوشت کے پرے نظر آئے گا۔ ان میں آپس میں کوئی اختلاف نہ ہوگا نہ دشمنی۔ ان کے دل ایک آدمی کے دل کے موافق ہوں گے۔ وہ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہوں گے۔

دنیا نقص وکمی کا گھر ہے: دنیا نقص کا گھر ہے کیونکہ اس میں بیماری ہے۔ ہم میں کون ہے جو بیمار نہ ہوتا ہو؟ اس میں پریشانی ہے کیونکہ ہم میں کون ہے جو ہمیشہ عیش وآرام میں رہتا ہو؟ اس میں بڑھاپا اور حواس کی کمزوری بھی پائی جاتی ہے جب انسان عمر رسیدہ ہوجائے۔ موت کا پیالہ بھی ہر مرد وعورت کو پینا ہی پڑے گا۔ لیکن جنت اس کی نعمتیں اور جوانی ہمیشہ ہمیش رہیں گی۔ نہ اس میں بیماری ہوگی اور نہ موت آئے گی۔ حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا: یقیناً تمہارے لیے یہ مقرر ہوچکا ہے کہ تم زندہ رہوگے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ تم صحت مند رہوگے کبھی بیمار نہ ہوگے۔ جوان

رہوگے، کبھی بڑھاپا نہ آئے گا۔ نازونعم میں رہوگے کبھی غم نہ ہوگا۔(مسلم)

لوگ دنیا کی نعمتوں کی حرص کرتے ہیں اور انہیں آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (الاعلیٰ:۱۶،۱۷) ترجمہ'' بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے۔'' باوجودیکہ معمولی جنتی آدمی جنت میں دنیا کے دس گنا کا مالک ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ جس آخری شخص کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا وہ جہنم سے گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہوجا۔ وہ جنت کے پاس آئے گا تو اسے لگے گا کہ جنت تو بھری ہوئی ہے۔ وہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اسے بھرا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہوجا۔ وہ پھر جائے گا اور اسے جنت بھری ہوئی لگے گی۔ پھر لوٹ کر آئے گا اور کہے گا کہ میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہوجا اور تیرے لیے دنیا کا دس گنا اور ہے۔ وہ کہے گا: اے پروردگار کیا تو مجھ سے مذاق کررہا ہے یا ہنس رہا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے؟ راوی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اتنا ہنسے کہ آپ کے اگلے دانت ظاہر ہوگئے، آپ فرمارہے تھے: یہ حال معمولی جنتی شخص کا ہوگا۔(بخاری ومسلم) کہاں ہیں وہ دل جو ان بڑی بڑی نعمتوں کی تصدیق کرکے ان کے حصول کے لیے کمر کس لیں اور ایسے اعمال کریں جن سے وہ اس کے مستحق قرار پائیں؟

جنت حاصل کرنے کے لیے صحابۂ کرام کی حرص: جنت پر ایمان کا ایک مسلمان کی زندگی میں یقینی طور پر بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ یہ ایمان بہت ہی محنت وکوشش کے ساتھ اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے، اسی طرح اسے اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے پر بھی آمادہ کرتا ہے اور اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے جان کی بازی لگانے کے لیے بھی ابھارتا ہے۔

سلف صالحین جنت پر ایمان لائے اور یہ چیز ان کے دلوں میں راسخ وپیوست ہوگئی تو ان کی نظر میں دنیا کی آسائشیں ہیچ ہوگئیں۔ وہ اللہ کی عبادت میں امام بن گئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کے اندر سورما ہوگئے۔ یہاں ہم آپ کو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جنت کی چاہت اور اس کے شوق کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں:

بعض سلف کا قول ہے: گویا میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جنگ موتہ میں دیکھ رہا ہوں جب وہ گھوڑے سے اترے اور انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں پھر لڑتے رہے یہاں تک کہ یہ کہتے ہوئے شہید ہوگئے:

يا حبذا الجنة واقترابها
طيبة وبارد شرابها
والروم روم قد دنا عذابها
كافرة بعيدة انسابها
علي اذ لاقيتها ضرابها

واہ واہ جنت اور اس کا قرب۔ صاف ستھرا اور ٹھنڈا اس کا مشروب۔ اور رومیوں کے لئے عذاب آچکا ہے۔ یہ کافر حسب ونسب کے اعتبار سے شرافت سے دور۔ مجھ پر فرض ہے کہ جب ان سے ملوں تو ان کی گردنیں اڑاتا چلا جاؤں۔

ایک اور راوی بیان کرتے ہیں کہ جعفر بن ابی طالب نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا، دایاں ہاتھ کٹ گیا تو بائیں میں لے لیا، بایاں بھی کٹ گیا تو بازؤوں سے تھام لیا یہاں تک کہ آپ شہید ہوگئے، اس وقت آپ کی عمر تینتیس سال تھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس دن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کھڑے ہوئے، وہ شہید ہوچکے تھے انہوں نے ان کے جسم پر پچاس زخم کے نشان دیکھے۔ پیچھے ایک بھی نہیں تھا، بلکہ سب اگلے حصے پر تھے۔(بخاری) اس سے ان کی شجاعت وبہادری کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جب ایمان دل میں راسخ وپیوست ہوجائے تو کیسے کیسے کارنامے انجام دینے پر انسان کو آمادہ کرتا ہے۔

ایک جنگ کے موقعہ پر مشرکین جب مسلمانوں کے قریب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی جنت میں جانے کے لیے اٹھو جس کی چوڑائی زمین وآسمان کے برابر ہے۔ عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! جنت کی چوڑائی زمین وآسمان کے برابر ہے؟ ارشاد ہوا: ہاں۔ کہا: واہ واہ۔ آپ نے فرمایا: ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ کہا: اے اللہ کے رسول! اس امید میں کہ میں بھی انہیں میں سے ہوجاؤں۔ آپ نے فرمایا: تم انہیں میں سے ہو۔ راوی کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے ترکش سے کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے۔ پھر کہا اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہوں تو یہ تو بڑی لمبی زندگی ہوجائے گی، پھر جو کھجوریں ان کے پاس تھیں، پھینک دیں اور لڑائی میں شامل ہوگئے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔(مسلم، بیہقی، حاکم)

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑائی میں یہ کہتے ہوئے اترے:

ركضا الى الله بغير زاد
الا التقى وعمل المعاد
والصبر في الله على الجهاد
وكل زاد عرضة النفاد
غير التقى والبر والرشاد

بے سروسامانی کے عالم میں اللہ کی طرف چل پڑو۔توشہ ہے تو صرف تقویٰ، آخرت کے لیے عمل اور اللہ کی راہ میں جہاد پر صبر کا۔ہر قسم کا توشہ ختم ہوجائے گا۔رہے گا تو بس تقویٰ، نیکی اور سیدھے راستے پر چلنا۔

مسلمان عورتوں میں جنت کا شوق: سرکش فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزحم کے دل میں ایمان ایسا پیوست ہوا اور جنت کی نعمتوں کی اہمیت ایسی بیٹھی کہ ان کے مقابلے میں انہیں ہر چیز ہیچ نظر آنے لگی اور فرعون کی ہر سزا کو بخوشی قبول کیا اور اپنے پروردگار سے بس ایک ہی سوال کیا کہ وہ اسے جنت میں داخل کردے۔اس کی اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بایں الفاظ بیان فرمایا ہے: وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْقَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (التحریم:۱۱) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی جبکہ اس نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا اور مجھے ظالم لوگوں سے چھٹکارا دے۔''

فرعون نے اسے سخت ترین عذاب میں مبتلا کیا لیکن وہ اللہ کے دشمن کے سامنے اپنے ایمان پر ڈٹی رہی اور اس کا ایمان آسمان کی بلندیوں پر ایسا بلند وبالا اور کامل ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: مردوں میں تو بہتوں کا ایمان کامل ہوا لیکن عورتوں میں فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم بنت عمران کے ایمان سے کسی کا ایمان کامل نہ ہوسکا۔اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہی ہے جیسے ثرید (ایک قسم کا کھانا) کی فضیلت دیگر کھانوں پر۔(احمد)

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: کیا میں تمہیں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا ضرور دکھایئے۔فرمایا: یہ سیاہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ مجھے مرگی آتی ہے اور اس کی وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے۔میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کردیجئے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو صبر کر، تجھے جنت ملے گی۔اور تو چاہے تو میں تیرے لیے اس مرض سے نجات کی دعا کردیتا ہوں۔اس نے کہا میں صبر کروں گی لیکن یہ دعا کردیجئے کہ ستر نہ کھلا کرے تو آپ نے اس کی دعا کردی۔(بخاری ومسلم)

اس سیاہ عورت نے جنت کے حصول کے لیے مصیبت جھیلنے کو ترجیح دی۔حدیث میں اس کا بھی بیان ہے کہ اس کی خواہش تھی کہ اجنبیوں کے سامنے وہ بے پردہ نہ ہو۔حالانکہ وہ اس حالت میں معذور تھی۔لیکن آج دیکھئے بعض عورتوں کچھ بھی نہیں بچا ہے جوانہوں نے اجنبیوں کے سامنے ظاہر نہ کردیا ہو۔اس کے باوجود وہ سمجھتی ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور جنت کے حصول کی خواہش رکھتی ہیں۔یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے ،اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔

ہم جنتی کیونکر بن سکتے ہیں؟

۱۔ہم سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ دعا کریں وہ ہمیں جنتی بنادے۔کیونکہ جنت کا مالک وہی بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

۲۔ہم نیک عمل کریں۔کیونکہ نیک اعمال جنت میں داخلہ کا ذریعہ ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (الزخرف:۷۲) ترجمہ:''یہی وہ بہشت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو۔'' ایمان واسلام کے کھوکھلے دعوے کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہے۔

۳۔ہم یہ کوشش کریں کہ متقی وپرہیزگار بن جائیں۔کیونکہ آخرت میں جنت پرہیزگاروں کا ٹھکانا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا (مریم:۶۳) ترجمہ:''یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انہیں بناتے ہیں جو متقی ہوں۔''

۴۔اللہ تعالیٰ سے ڈریں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (النازعات:۴۰،۴۱) ترجمہ:''ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا۔تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔''

۵۔ظاہری وباطنی گناہوں کے ارتکاب سے بچیں کیونکہ گناہ، جنت میں دخول اولی سے محرومی کا سبب ہے۔مسلم معاشرہ میں جو بے پردگی پھیلتی جارہی ہے وہ بھی انہی گناہوں میں سے ہے حالانکہ اسے معمولی سمجھا جارہا ہے جبکہ اللہ کے نزدیک یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''دوزخیوں کی دو قسمیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے (یعنی میرے زمانے میں ان کا ظہور نہیں ہوا ہے) ایک تو وہ لوگ جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہیں جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں۔دوسری وہ عورتیں جو پہنتی ہیں مگر ننگی ہیں (یعنی ستر کے لائق اعضاء ان کے باریک لباس سے دکھائی دیتے ہیں تو سمجھئے وہ ننگی ہیں) سیدھی راہ سے بہکنے اور بہکانے والی ہیں۔ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہیں۔وہ جنت میں داخل ہونا تو دور، اس کی بو بھی نہ پاسکیں گی۔حالانکہ جنت کی خوشبو دور سے آتی ہے۔''

(بشکریہ: الفرقان، کویت)

بموقع ۳۴ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

مولانا شکیل احمد اثری
استاذ جامعہ امام ابن تیمیہ مدینۃ السلام

قیام امن میں سرسید احمد کی مساعی

امن وامان ہزار نعمت ہے یہی وہ شئی ہے جس کی بنیاد پر ایک صالح ملک اور پرسکون معاشرہ کی تشکیل کی جاسکتی ہے اس کے فقدان کی صورت میں ملک ومعاشرہ میں انارکی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ چین وسکون عنقا ہوجاتے ہیں قوموں کی ترقی کے راستے مسدود ہوجاتے ہیں نسل نو کی تعلیم وتربیت پر کاری ضرب لگتی ہے حتی کہ انسان اپنے بنیادی حقوق کے حصول سے بھی محروم ہوجاتے ہیں، درحقیقت بدامنی، اشانتی عدم تحفظ، سماجی بگاڑ، معاشی عدم مساوات، غیر متوازی سیاسی حالت، قوم پرستی، نسل پرستی اور مذہبی بنیاد پرستی کی کوکھ سے جنم لیتی ہے، جبکہ امن وسلامتی، سماج کی اس کیفیت کا نام ہے جہاں انسانی زندگی معمول کے ساتھ بغیر کسی تشدد واختلاف کے گزرے خواہ اس کا سلسلہ علاقائی، ریاستی، ملکی یا بین الاقوامی سطح پر ہی کیوں نہ ہو۔ بقائے امن بقائے انسانیت کو مستلزم ہے، اس لئے امن کی حفاظت گویا روح کی حفاظت ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ امن کی حفاظت دراصل فطرت کی حفاظت ہے۔ بقائے امن کے لئے کوشش وتعاون کرنا بقائے زیست کا تعاون ہے اور کائنات کے حسن ورعنائی کی بقا بھی اسی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام بڑے مذاہب نے بقائے امن کی تعلیمات پر زور دیا ہے، جیسا کہ اسلام نے قیام امن کے لئے دنیا کو مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا (المائدہ:۳۲) اور حدیث رسول ان دماء کم واموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا (مسلم:۱۲۵۲) جیسا ہمہ گیر منشور دیا، اسی طرح گوتم بدھ نے اپنے متبعین کو آپسی محبت، کسی پر ظلم نہ کرنے یہاں تک کہ جانوروں کو بھی ستانے سے منع کیا بعینہ جین مت اور ہندومت بھی عدم تشدد اور قیام امن کا درس دیتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ اسلام کے سوا دوسرے مذاہب کے یہاں امن وسلامتی کا جو پیغام اور اس کو فروغ دینے کا جو طریقہ متعین ہے اس میں افراط وتفریط ہے۔

یقیناً امن وسلامتی کی انہی اہمیتوں اور ضرورتوں کے پیش نظر ہر دور میں کم وبیش ہر مذہب میں ایسی عظیم شخصیتیں پیدا ہوتی رہی ہیں جن کی زندگی کا ایک اہم مشن کائنات انسانی کو اخوت وبھائی چارگی اور الفت ومودت کا پیغام دینا ہی رہا ہے۔ اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو سرسید احمد خاں کی شخصیت بھی ان نمایاں شخصیتوں میں سے ایک نظر آتی ہے جن کی خدمات پیام امن کے سلسلے میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ جہاں تک اس عہد کے احوال وکوائف کا سوال ہے جس میں سرسید احمد خاں مرحوم نے اپنی تحریکی زندگی کا آغاز کیا تو اس سلسلے میں ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ یہ زمانہ بڑا پرآشوب تھا اور خصوصا ہمارے ہندوستان کی حالت ناگفتہ بہ تھی، پرانا نظام دم توڑ چکا تھا۔ اور ایک جہان نو ابھر رہا تھا۔ سیاست کے نام پر ان کے پاس سوائے صوبہ جاتی تصادم اور خانہ جنگیوں کے علاوہ کچھ نہ تھا، ہزاروں لوگ مٹھی بھر اناج کے لئے برطانوی حکام کے بھرے گوداموں کے سامنے دم توڑ رہے تھے جس کا نقشہ میر تقی میر نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں
تھا کل تلک دماغ جنھیں تخت وتاج کا

زبانوں کو مقفل کر دیا گیا تھا۔ اظہار رائے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ بقول مولانا حالی: زمانہ نہایت نازک تھا، خیالات ظاہر کرنے کی مطلق آزادی نہیں تھی۔ مارشل لا کا دور دورہ تھا اور حاکموں کی زبان ہی قانون تھا، اور ہسٹری آف انڈین جرنلزم میں، نٹراجن نے ان حالات کو کچھ یوں بیان کیا ہے کہ: اس زمانہ میں دہلی اور لکھنؤ کی اردو زبان کے محاوروں کی ایک دوسرے پر برتری اور ہندوؤں میں نکاح بیوگان کے سلسلے میں اظہار رائے بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ستاون کے غدر کے بعد انگریزوں نے مسلم عمائد واکابر کو چن چن کر گولیاں مارنی شروع کی، مسلمان نوابوں کی ریاستیں چھین لی گئیں۔ ملازمتوں کے دروازے مسلمانوں پر بند ہوگئے، بالفاظ دیگر پورے ہندوستان میں خلفشار وانتشار کا گھنا بادل چھایا ہوا تھا۔ بدامنی واشانتی کے بادسموم میں سارے ہندستانی جھلس رہے تھے۔ امن وسلامتی اپنی آخری سانسیں گن رہی تھیں۔ ایسے پرآشوب دور میں سرسید احمد خاں ۱۷/اکتوبر ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے انہوں نے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز اس وقت کے مروجہ طرز پر کی اور اس وقت کے نامور عبقری شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ آپ بیک وقت ایک مذہبی محقق، حامی علم، عظیم ریفارمر، عالی خیال مدبر، نثر نگار مصنف اور بے بدل مقرر تھے۔ ساتھ ہی دوراندیشی ودوربینی ان کی جبلت میں تھی آپ ایک معلم ہی نہیں بلکہ ایک نبض شناس، ماہر تعلیم اور مفکر بھی تھے۔ سیاست کے الجھے ہوئے گیسوؤں کو سنوارنے کا ہنر بھی رکھتے تھے۔ انہی خصوصیتوں کی بنیاد پر یقیناً دیکھتے ہی دیکھتے سرسید احمد خاں ملک کے اضطراب وکرب کو اچھی طرح محسوس کرنے لگے۔ ان کے سامنے جہاں بہت سارے سوالات تھے وہیں یہ سوال بھی تھا کہ ملک میں بدامنی واشانتی کی آگ کو کیسے بجھایا جائے۔ امن وسلامتی کیسے قائم کی جائے۔ ہر وقت آپ کو یہ فکر دامن گیر رہتی کہ آخر ملک کو کیسے سنبھالا جائے، آپسی میل ومحبت کس طرح

یہاں قائم ہو بالآخر آپ نے اس ذمہ داری کا بیڑا اپنے سر لیا اور اسے بخوبی اپنی تحریروں، تقریروں اور تحریکات کے ذریعہ سرانجام دینے لگے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے یہ کام مروجہ طریقہ سے ذرا ہٹ کر کرنے کی کوشش کی۔

سرسید کا نظریہ امن وسلامتی: سرسید احمد خاں مرحوم امن وسلامتی کو تعلیم وتربیت، قومی وملی یکجہتی، مذہبی رواداری اور باہمی مفاہمت میں مضمر سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ ہندوستان کی قوم چاہے وہ مسلمان ہو یا ہندو یا کوئی اور مذہب کا پیروکار، پہلے وہ ہندوستانیت کے رشتہ سے بندھتا ہے پھر مذہب کے رشتہ میں۔ موصوف ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ''لفظ قوم سے میری مراد ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے یہی وہ معنی ہے جس سے میں لفظ Nation کی تعبیر کرتا ہوں۔ میرے لئے یہ امر چنداں لحاظ کے لائق نہیں کہ ان کا مذہبی عقیدہ کیا ہے (سرسید کے لیکچروں کا مجموعہ مرتبہ منشی سراج الدین، کشمیری بازار لاہور۔۹۹)

سرسید احمد خاں مرحوم قیام امن کے لئے اتحاد واتفاق بین المذاہب کو لازمی جزء سمجھتے تھے۔ پنجاب میں تقریر کرتے ہوئے اس کی وضاحت انہوں نے یوں کی تھی۔ ''یاد رکھو! ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے ورنہ ہندو، مسلمان اور عیسائی بھی جو اس ملک میں رہ رہے ہیں اس اعتبار سے ایک قوم ہے (سرسید احمد خاں کا سفرنامہ پنجاب ۱۳۲) اس کی تائید ان کے اس قول سے بھی ہوجاتی ہے۔ ہندو یا مسلمان ہونا انسان کا اندرونی خیال ہے یا عقیدہ ہے جس کو بیرونی معاملات اور آپسی تناؤ سے کچھ تعلق نہیں۔

سرسید احمد خاں مرحوم نے ہندو مسلم اخوت ومودت اور بھائی چارگی کا خواب دیکھا اس کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے صحافت وخطابت دونوں کا سہارا لیا جس کا اجمالاً ذکر حسب ذیل ہے۔

قیام امن تحریروں کے آئینے میں: اس دور کی ابتری اور ناگفتہ بہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بالخصوص جبکہ ۱۸۵۷ کا غدر رونما ہو چکا تھا بیک وقت آپ نے ایسی ہمہ جہت کوششیں شروع کیں جس کے دوررس اثرات مرتب ہوئے، اس سلسلے میں آپ نے رسالہ اسباب بغاوت ہند، سرکش ضلع بجنور اور لاءمحمڈنز آف انڈیا جیسی کتابیں لکھیں، گرچہ یہ کام آگ کا دریا پار کرنے کے مترادف تھا، تاہم آپ نے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کی اور قیام امن کے لئے حتی المقدور کوششیں جاری رکھیں۔ مذکورہ کتابوں کی اہمیت وافادیت کا اندازہ مولانا حالی کے درج ذیل تحریروں سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ مولانا حالی لکھتے ہیں کہ'' سرسید کے دوست رائے شنکر داس نے کہا ان تمام کتابوں (اسباب بغاوت ہند،اور سرکش ضلع بجنور) کو جلا دو اور ہرگز اپنی جان کو معرض خطر میں مت ڈالو۔ سرسید نے کہا، میں ان باتوں کو گورنمنٹ پر ظاہر کرنا ملک وقوم اور خود گورنمنٹ کی خیرخواہی سمجھتا ہوں۔ بس اگر ایسے کام پر جو سلطنت اور رعایا دونوں کے لئے مفید ہو مجھ کو کچھ گزند بھی پہنچ جائے تو گوارا ہے (حیات جاوید از حالی، ص:۸٦)

اتنا ہی نہیں بلکہ انہوں نے ہندوستانیوں کی ذہنی تربیت اور اخلاقی اصلاح کے لئے'' تہذیب الاخلاق'' کا اجراء کیا تاکہ ہندوستانیوں کے ذہن ودماغ کے اندر بپا انتشار وخلفشار کو دور کیا جاسکے جو قیام امن کی پہلی سیڑھی ہے اس رسالہ کے اجراء کا مقصد سرسید ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں،''مقصود اس پرچہ کی اجراء سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اوہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں وہ درحقیقت مذہب اور اسلام کے خلاف ہے وہ مٹا دیئے جائیں۔ (تہذیب الاخلاق ج اش ۱۰ص۲)

اس رسالے کے ذریعہ انہوں نے ہندوستانیوں کے دلوں میں الفت ومحبت کو پروان چڑھایا تاکہ امن کی راہیں ہموار ہوجائیں ایک جگہ لکھتے ہیں'' ہماری خواہش یہ ہے کہ جس طرح اختلاف مذہب سے قطع نظر ہندو مسلمانوں میں دوستی محبت اور یگانگت ہے اور آپس میں ہمدردی کا برتاؤ ہے اسی طرح پولیٹیکل اختلاف رائے سے قطع نظر سوشل معاملات میں باہمی دوستی، محبت اور بھائی بندی ہو (اردو دنیا اکتوبر ۲۰۱۵ ص۱۳) اسی سلسلے کی کڑی'' علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ'' رسالہ بھی ہے۔ یہ رسالہ برادران وطن کے مابین محبت ومودت کا پیغامبر بن کر ابھرا۔ سرسید احمد خاں مرحوم اس رسالے کے جلد۴، شمارہ ۴۴، اکتوبر ۱۸۶۹، ص ۶۹۷ پر قمطراز ہیں'' شائستگی اور اخلاق اس اتفاق اور حسن سلوک اور حب وطنی کا نام ہیں جن پر ملک کی رونق یقیناً مترتب ہوئی ہے.......مگر ان دونوں میں اس قسم کے بیجا تعصّبات پھیلے ہوئے ہیں کہ ہرگز ایک دوسرے کی فلاح کے خواہاں نہیں.....اگر تمام ہندوستان کے باشندے اس مذہبی مخالفت کو چھوڑ کر ملکی فلاح میں ایک دل ہوجائیں تو ہندوستان بھی ایک بڑا نامور ملک ہوجاوے اور اتفاق ومحبت کے طفیل سے اوس کے باشندوں کے کمال تمام روئے زمین پر اثر پہنچاویں (سرسید احمد خان اور ان کا عہد۔ از ثریا حسین ص ۲۳۹)

ملک کی فضا کو امن وآشتی کا گہوارہ بنانے کے لئے موصوف کے یہاں جابجا اس قسم کی تحریریں بہت ملتی ہیں۔ لیکن وقت اور عوام کی رعایت کرتے ہوئے آپ نے تحریری کاوشوں سے کہیں زیادہ عوامی رابطے پر توجہ مرکوز کی جابجا آپ کے خطابات ہوئے اور لوگوں کو یہ سمجھانے کی کوشش آپ کی طرف سے کی گئی کہ ملک کے تمام ترشہری ایک قومی دھارے کے ساتھ چلیں اور آپس کی کھائیاں پاٹ دیں۔

قیام امن تقریروں کے آئینے میں: وہ اپنی تقریروں میں اکثر اتحاد باہمی پر زور دیتے چنانچہ ایک مرتبہ عظیم آباد پٹنہ کے جلسہ میں انہوں نے کہا'' ہم کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ان روحانی بھائیوں کے سوا اور بھی ہمارے وطنی بھائی ہیں، اس ملک کی ہوا سے، اس ملک کے پانی سے، اس ملک سے، پیداوار سے دونوں کی زندگی ہے۔ ہمسائے کا ادب ہمارے مذہب کا جزء ہے اور یہی ہمسائیگی پاتے پاتے ہم ملکی اور ہم وطنی کی وسعت تک پہنچ گئے ہیں (تہذیب الاخلاق ۱۸۷۳ ،ص۵۳) ایک جگہ اور تقریر فرماتے ہوئے آپ نے عرض کیا تھا۔'' ہندوستان ایک

خوبصورت دلہن ہے ہندو مسلمان اس کی دو آنکھیں ہیں اگر ان کے اندر نفاق ہوگا تو یہ دلہن بھینگی اور ایک دوسرے کو مٹانے کی کوشش سے کانی بن جائے گی۔ پس اے ہندوستان کے ہندو اور مسلمانو! اب تم کو اختیار ہے تم چاہے اس دلہن کو بھینگی بناؤ چاہے کانی (تقریر بمقام مدرسہ گورداسپور، ۲۷ جنوری ۱۸۸۴) آپ کے ان جذبات کی نمائندگی سہارنپور، میرٹھ گورکھپور اور پنجاب کی تقریروں سے بھی ہوتی ہے، ان کی تمام تقریروں کو شیخ اسماعیل پانی پتی نے ''خطبات سرسید'' کے نام سے مرتب کر دیا ہے۔

آپ کی قائم کردہ تحریکات وتنظیمات اور تعلیمی اداروں کی روشنی میں: سرسید نے جیسا بیان کیا جا چکا ہے کہ قیام امن کے لئے اصل ہتھیار تعلیم وتربیت کو بنایا اسی کے ذریعہ اپنا دائرۂ عمل وسیع تر کرتے چلے گئے۔ سرسید کا نظریہ تھا کہ ترقی اور امن وآشتی ہو تو تمام ہندوستانیوں کے لئے ہونا چاہیے وہ مسلمان ہو یا ہندو اسی ترقی اور قیام امن کے لئے انہوں نے غازی پور میں سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس کا پہلا جلسہ ۹ جنوری ۱۸۲۴ء کو ہوا اس کا مقصد تھا کہ انگریزوں اور ہندوستانیوں میں میل جول اور ربط واتحاد پیدا ہو (مطالعہ سرسید۔ از محمد اکرام چغتائی ۳۴۳) اس سوسائٹی کا تعارف کراتے ہوئے پروفیسر خلیق احمد نظامی رقمطراز ہیں:

He founded the scientific society, in which hindus and muslims are equally invoted, to atract the Indians to the latest inventions, and discoveries of science (Historical perspective Aligarh, Muslim University Contribution and achievments p.1 KA Nizami

اس سائنٹفک سوسائٹی میں ہندو اور مسلمان برابر کے شریک اور حصہ دار تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اسی مقام پر ایک اسکول کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے راجا دیونارائن سنگھ اور مولانا محمد فصیح اللہ دونوں کو دعوت دی تھی، آگے چل کر جب ایم اے او کالج کی بنیاد آپ کے ہاتھوں علی گڑھ میں ڈالی گئی تو وہ ہندو مسلم اتحاد ویگانگت کا نمائندہ بن کر سامنے آیا۔ ۳۰ فروری ۱۸۸۴ء کو لاہور میں اس کالج کے مقصد ومنہاج کی وضاحت کرتے ہوئے سرسید نے کہا کہ کالج کے تمام حقوق ومراعات میں ہندو اور مسلمانوں کی برابری کی شرکت ہوگی (ایضا۔ ص۲) مدرسۃ العلوم کے متعلق امرتسر میں ۲۶ جنوری ۱۸۸۹ء کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''مدرسۃ العلوم ''بلاشک ایک ذریعہ قومی ترقی ہے یہاں قوم سے میری مراد صرف مسلمان ہی نہیں ہے بلکہ ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے'' (سرسید کے فکر اور عمل۔ از خلیق احمد نظامی ص ۳۴)

سرسید صحیح معنوں میں عدم تشدد اور امن کے علمبردار تھے وہ صرف اس خدشہ سے کانگریس میں شامل نہیں ہوئے کہ اس کے رہنما جو عدم تشدد کے بلند بانگ دعوے کر رہے ہیں کہ کسی بھی وقت تشدد کی آگ میں کود سکتے ہیں اسی لئے انہوں نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ بنگالیوں کا Agitation تمام ہندوستانیوں کا Agitation نہیں بن سکتا (سرسید کا سیاسی نقطہ نظر۔ از پروفیسر شان محمد۔ ۲۵) اور اس کے متبادل کے طور پر انہوں نے ''آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس'' کی بنیاد ڈالی جو امن وامان کا صحیح ترجمانی کرتا تھا، جیسا کہ اس کے پانچویں اجلاس منعقدہ الہ آباد میں اس کے صدر سردار محمد حیات خاں نے کہا تھا ''ہندو مسلمانوں میں باہم چولی دامن کا تعلق ہے جو کسی طرح جدا نہیں ہو سکتے۔ (آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سو سال۔ امان خان شیروانی۔ ۲۰۱) یہ تحریکات وتنظیمات شروع سے لے کر آج تک اپنے اس مشن میں ایسے مشغول ہیں جیسا کہ شروع ہوا تھا اور سرسید کا نظریہ آج بھی قابل تقلید ہے۔ مہاتما گاندھی نے ایک موقع پر کہا تھا کہ ان (سرسید) سے زیادہ بے تعصب اور اتحاد قومی کا دلدادہ اس وقت کوئی نہ تھا (اردو دنیا۔ اکتوبر ۲۰۱۵۔ ۱۵) لاہور کے اخبار Tribune نے اپنے اداریے میں لکھا تھا کہ ہم اس شخص کے کلمات سن کر جسے ہم اکثر اپنے مسلمانوں ہم وطنوں سے نہیں سنتے دل سے خوش ہوتے ہیں جو نظیر سرسید خان نے قائم کی ہے وہ صرف ان کے ہم مذہبوں کی پیروی کے لائق نہیں بلکہ ہندوؤں کے لئے بھی پیروی کے لائق ہے (ایضا ۱۴) اور ابوالکلام آزاد کے بقول ''وہ موت العمر ہندو مسلم یگانگت کے حامی رہے اور ہمیشہ ایسی باتوں کی مخالفت کرتے رہے جس سے دونوں جماعتوں کے باہمی اتفاق ویکجہتی میں خلل پڑنے کا خدشہ تھا۔ (مولانا آزاد، سرسید اور علی گڑھ از محمد ضیاء الدین انصاری ۳۰۴) چنانچہ ایک مرتبہ علی گڑھ میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے سرسید کے بارے میں کہا تھا ''میں یقین کرتا ہوں کہ وہ انیسویں صدی کے سب سے بڑے مصلح تھے اور انہوں نے ملک کے لئے شاندار اصلاحی اور تعلیمی خدمات انجام دیں''۔ (ایضا ۳۰۲)

الغرض انیسویں صدی کے وسط میں جبکہ ہمارا ملک پوری طرح اختلاف وانتشار اور بدامنی واشانتی کا پیکر بن چکا تھا۔ سرسید احمد خاں نے اپنی کوششوں کے ذریعہ امن وسلامتی کو اس ملک میں فروغ دینے کی بھرپور کوشش کی گرچہ آپ ایک مذہبی انسان تھے لیکن اسلامی تعلیمات سے خوب تر آگاہی کی بنیاد پر تمام تر مذاہب کے ماننے والوں کو صلح وآشتی کے ساتھ باہم دیگر زندگی گزارنے کا پیغام دیا جو وقت کی ایک اہم ضرورت تھی اور دراصل قیام امن کی راہ میں آپ کی یہی وہ کاوشیں تھیں جنھیں دیر تلک یاد کیا جاتا رہے گا۔ آپ کے قائم کردہ تعلیمی ادارے اور اس کے فیض یافتگان کی بھی ایک طویل فہرست ایسی ہے جس کے ذریعہ قیام امن کو ہندوستان میں بروئے کار لانے کی کوشش ہر زمانے میں ہوتی رہی ہے۔ کاش سرسید کی تحریک امن وسلامتی کے اس مشن کو مزید فعال بنایا جاتا تا کہ ملک کی گنگا جمنی تہذیب پورے آب وتاب کے ساتھ زندہ رہے اور مذہبی تنگ نظری سے لوگ اوپر اٹھ کر قومی سلامتی کا وہ سبق یاد رکھتے جسے سرسید نے اپنی پوری زندگی بتانے کی کوشش کی۔

عصر حاضر میں جبکہ پوری دنیا، دہشت، انتہا پسندی اور ایک طرح کے خوف کے سایہ میں زندگی بسر کررہی ہے ارباب حل وعقد قیام امن کے لئے مختلف تدابیر اور منصوبوں پر سر جوڑ کر غور وفکر کررہے ہیں عالمی پیمانے پر قیام امن کے لئے ہر ممکن وسائل وذرائع بھی اپنائے جارہے ہیں۔ یہاں قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اس سلسلے میں عالمی پیمانے پر اقوام متحدہ کو ایک ریزولیشن کے تحت اس بات کا بھی مکلّف بنایا گیا ہے کہ اس عالم آب وگل میں جہاں کہیں بھی ملکی وبین الاقوامی سطح پر آویزش وٹکراؤ اور بدامنی فروغ پارہی ہو یہ تنظیم اس کی روک تھام میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے چنانچہ اس تنظیم کے جنرل اسمبلی نے ۱۰/دسمبر ۱۹۴۸ء کو حقوق انسانی کے نام پر ایک منشور پاس کیا تھا جسے Human Rights Declaration بھی کہا جاتا ہے اس میں بہت سارے انسانی حقوق کا ذکر ہے وہیں شق نمبر ۳۳ میں یہ بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ سلامتی کونسل پر دنیا میں امن وامان قائم کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اسے یہ بھی حق ہے کہ وہ اس ملک میں دخل اندازی کریں جہاں امن وامان کو تہہ وبالا کیا جارہا ہے اس تناظر میں اقوام متحدہ نے ۲۰۰۱ء میں ۲۱ ستمبر کو عالمی یوم امن کے طور پر منانے کا اعلان کیا جس کا مقصد پوری دنیا کے لوگوں کو امن وامان کی اہمیت اور جنگوں کے نقصانات کے بارے میں آگاہی دینا نیز برداشت، ہم آہنگی، انسانیت کا احترام جیسی روایات کو فروغ دینا تھا۔ لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اقوام متحدہ اپنے اس مشن میں پوری طرح ناکام ہے کیونکہ بقول شخصے یہ چند خاص مکتب فکر کے حامل ملکوں کے تسلط میں ہے، غیر جانبداری کا یہاں دور دور تک وجود نظر نہیں آتا ہر فیصلے کے پیچھے کچھ ممالک کے مفادات کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ ان حالات میں ضرورت ہے کہ تمام انسانی برادری اسلام کے نظریہ امن وسلامتی کو اپنے لئے حرز جاں بنائے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو آج ہندوستان کے کم وبیش وہی حالات ہیں۔ ایسے حالات میں تمام لوگوں کو عموما اور علیگ برادران کو خصوصا سرسید کے نظریہ امن وسلامتی کو مشعل راہ بناکر میدان عمل میں اترنے کی اشد ضرورت ہے گرچہ بہت سارے علیگ برادران اس پر کام کررہے ہیں۔ ملک وبیرون ملک میں امن وشانتی کا پیغامبر بن کر ابھر رہے ہیں لیکن آج زمانہ اس سے کہیں زیادہ توجہ کا محتاج ہے اور ساتھ ہی علامہ سرسید احمد خاں اور ان جیسی عظیم شخصیتوں کو آئیڈیل بناکر مفکرین ودانشوران جس سطح پر ممکن ہو اپنی کاوشیں بروئے کار لائیں وگرنہ صورت حال بد سے بدتر ہوتی جائے گی اور اللہ جانے اشانتی اور بدامنی کا زہر کن کن خطرات اور ہولناکیوں کو انسانی ماتھے پر مسلط کرتا جائے گا۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تازہ ترین پیش کش

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 8 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

رہنمائے تعلیم

ڈاکٹر ابوالحیات اشرف، ایڈیٹر دی سمپل ٹروتھ
M-9810699121

امتحان کی تیاری کے وقت ذہنی تناؤ اور اس کا حل

دسویں اور بارہویں کے لئے بورڈ کے امتحانات کا اعلان ہو چکا ہے۔ امتحان، تعلیمی زندگی کی اگلی منزل پر قدم رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ امتحان مشکل بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات ذہنی تناؤ سے بھرا ہوا بھی۔ سنجیدہ، میانہ رو اور تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے طلباء آسانی سے ان مشکلات پر قابو پا لیتے ہیں مگر تعلیم کے علاوہ دوسری سرگرمیوں میں حصہ لینے والے طلباء اکزام فیور (امتحان کا بخار) یا ذہنی تناؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چند ہی دنوں میں پورے سال کا کورس پڑھ لینے کی ہوڑ میں صحت خراب کر لیتے ہیں۔ راتوں کو جاگ کر پڑھائی کرنے کے لیے گولیاں استعمال کرتے ہیں۔ اکزام فیور کی وجہ سے انہیں پیٹ درد، سر درد، ڈپریشن، بھوک کا فقدان، بے خوابی اور دوسری طرح کی بے آرامی پیدا ہو جاتی ہے جو دراصل جسمانی بیماری نہیں بلکہ نفسیاتی مرض ہے۔ والدین، بچوں کی خرابیٔ صحت، ذہنی تناؤ، اور بے چینی سے پریشان ہو جاتے ہیں۔ ان میں کوئی کسی فقیر سے دعا تعویذ کراتا ہے، کوئی دم کیا ہوا پانی پلاتا ہے۔ کوئی کسی بزرگ کا دست شفقت سر پر پھیرواتا ہے۔ کوئی اوپری سایہ سمجھ کر عاملوں کے یہاں چکر لگاتا ہے۔ لیکن حقیقی مرض کے اسباب اور اس کی تشخیص سے قاصر رہتا ہے۔

آج طلباء کی ایک کثیر تعداد تعلیمی پس ماندگی کا شکار ہے۔ امتحان میں کمتر یا خراب مظاہرے کے باعث کچھ طلباء کو حاشیہ پر رکھ دیا جاتا ہے اور ان کو کُند ذہن، غبی، احمق اور نالائق جیسے خطابات سے نوازا جاتا ہے۔ ان تمغات سے وہ اور بھی پھسڈی پن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ امتحان میں طلباء کی ناکامی یا معمولی خامی کی وجہ سے والدین، گارجین، اہل خاندان یا اساتذہ ایسے طلباء کی دیگر صلاحیتوں کو نظر انداز کرنے لگتے ہیں۔ جس کے ردعمل میں وہ اپنے آپ کو زندگی کے تمام میدانوں میں کمتر اور ادنیٰ محسوس کرنے لگتے ہیں۔

طلباء کے خراب تعلیمی مظاہرے کے اسباب کا جائزہ لیے بغیر اساتذہ اور والدین یا گارجین کا منفی ردعمل ایسے طلباء کے لیے زہر قاتل ثابت ہوتا ہے۔ اس مقابلہ آرائی کے دور میں ہماری تعلیم گاہوں کے اساتذہ اور والدین تعلیمی وسائل سے کلی یا جزوی طور پر ناواقف ہوتے ہیں یا پھر اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں یا پھر مناسب انداز میں نمٹنے کے طریقوں سے آگاہ نہیں ہوتے۔ اگر اس مسئلہ کو فوری حل نہیں کیا جاتا تو طلباء ذہنی دباؤ، تناؤ اور جارحانہ تیور کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ امتحان کے دنوں میں طلباء پر ذہنی دباؤ بنا رہتا ہے۔ اس پر امتحان میں اچھا کر لینے کا بوجھ رہتا ہے۔ والدین کی امیدوں پر پورا اترنے اور آئندہ کسی اچھے کالج میں داخل ہونے کے خواب کا تناؤ بھی رہتا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ امتحان کا ٹینشن کسی ایک طالب علم تک محدود نہیں ہے۔ ملک کے ہزاروں طلباء ہر سال بورڈ کے امتحان سے گذرتے ہیں۔ مالدار گھرانوں کے سیکڑوں طلباء اپنے گارجین کی وساطت سے ڈاکٹروں اور نفسیاتی امراض کے ماہرین کے چکر لگاتے ہیں اور ذہنی تناؤ، احساس ناامیدی اور محرومی زائل کرنے کے لیے کاؤنسلنگ کا سہارا لیتے ہیں۔ اس طرح کے دباؤ اور ٹینشن کی صورت میں بعض طالب علم کی یکسوئی کا لیول گر جاتا ہے۔ اس لیے تمام طلباء کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ پُر اعتماد رہیں۔ مثبت انداز فکر اپنائیں۔ ہر چیز کا روشن پہلو دیکھیں۔ اپنی صلاحیت و استعداد کا خود اندازہ لگائیں۔ اپنے حدود کو پہچانیں اور اس میں عمل کریں۔ مسائل کا سامنا کریں۔ ہر سرد و گرم حالت کو جھیلنے کی عادت ڈالیں۔ معاشرہ کے لوگوں کا اخلاقی تعاون باعث برکت ہوتا ہے۔ ان کی دعائیں اور نیک خواہشات حاصل کریں۔ دوسرے ہم جماعت کی ذہانت، تیاری اور پروگریس پر رشک نہ کریں اور نہ اس بات کی فکر کریں کہ دوسرے ساتھی تیاریاں پوری کر کے نظر ثانی بھی کر رہے ہیں اور وہ ابھی تک پڑھائی شروع کرنے کی پلاننگ ہی کر رہا ہے۔ ''اب وقت بہت کم ہے''، ''8-8 مضامین کیسے پورے ہوں گے''، ''اب میں کیا کروں''، ''کاش کہ ہم نے پورے سال پڑھائی کی ہوتی'' جیسے سوالات سوچ کر کم ہمتی کا شکار نہ ہوں۔ خود کی پڑھائی پر وقت لگائیں، دوسروں کے بارے میں سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے احساس کمتری میں زیادتی ہوگی۔ رات رات بھر جاگ کر مطالعہ کرنا اور رٹنا کامیابی کی ضمانت نہیں ہے۔ اسباق کے اہم نکات کو سمجھ کر پڑھنے سے نہ تھکاوٹ ہوتی ہے اور نہ بھول جانے کا امکان رہتا ہے۔ جو طلباء وقت کی صحیح تقسیم نہیں کر پاتے وہ امتحان کی تیاری میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ اگر کوئی طالب علم یکسوئی و دل جمعی سے مطالعہ کا عادی بن جائے تو خوف، ٹینشن، دباؤ اور تناؤ جیسے الفاظ بے معنی ہو جاتے ہیں۔ پڑھائی اور صرف پڑھائی، یکسوئی اور تسلسل سے پڑھائی ہی امتحان میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ امتحان میں کامیابی کا کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے۔ اس خیال کو دل سے نکال دینا چاہئے کہ تیاری کے لیے بہت کم وقت بچا ہے۔ بلکہ یہ سوچیں کہ اس بچے ہوئے وقت میں اور کتنے کام کیے جا سکتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ امتحان کے دنوں میں گھبراہٹ، بے چینی، غصہ اور جھلاہٹ ساتھ نہیں چھوڑتے، گھر والوں سے کنارہ کشی، ساتھیوں سے لاتعلقی، اردگرد کے حالات سے لاپرواہی، ہر وقت امتحان کی فکر یا امتیازی نمبروں سے کامیاب ہونے کا جنون صحت و نفسیات پر غلط اثر ڈالتا ہے۔

میں ناامیدی اور احساس کمتری کے شکار طلباء کو مشورہ دوں گا کہ اگر وہ ہدف سے پیچھے رہ گئے ہوں اور امیدیں ٹوٹ رہی ہوں تو ہمت ہارنے کے بجائے اللہ کو یاد

کریں۔ ایمانی طاقت، ان کو توانائی اور سکون عطا کرے گا اور مقصد کے حصول میں آسانی ہوگی۔ ایسے طلباء کو مندرجہ ذیل نکات پر خصوصی دھیان دینا چاہئے اور میدان عمل میں ان پر سختی سے کاربند رہنا چاہئے:

(۱) وقت کی منصوبہ بندی (۲) مشق کی ضرورت (۳) اور امتحان کی مناسب حکمت علمی

۱- وقت قیمتی چیز ہے۔ ایک طالب علم کو اپنے وقت کی منصوبہ بندی دور اندیشی سے کرنی چاہئے۔ اسے کتنا وقت، کس مضمون میں صرف کرنا چاہئے۔ جو مضمون قدرے مشکل ہے اس میں زیادہ وقت صرف کرنا مناسب رہتا ہے۔ اگرچہ تمام مضامین، امتحان کی تیاری کے وقت یکساں وزن رکھتے ہیں۔ سب کی تیاری ضروری ہے۔ مگر بعض مضامین زیادہ دشوار ہوتے ہیں۔ اس لیے ان پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض مضامین زیادہ اسکورینگ ہوتے ہیں ان پر بھی خاص توجہ درکار ہوتی ہے۔

یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایک طالب علم اپنے لیے روزانہ کا شیڈول بناتا ہے لیکن وہ اتنا ٹائٹ اور تنگ ہوتا ہے کہ وہ خود ہی چند دنوں کے بعد اس سے دل برداشتہ ہوجاتا ہے۔ اس لیے امتحان کی تیاری کے لیے حقیقت پسندانہ ٹائم پلاننگ ہونی چاہئے۔ طالب علم کو سوچنا چاہئے کہ ان کا دماغ کس وقت سب سے بہتر کام کرتا ہے۔ کس وقت زیادہ پرسکون رہتا ہے۔ صبح، دوپہر یا رات کے وقت۔ اسی کے مطابق پڑھائی کی پلاننگ کرنی چاہئے۔ اگر وہ کسی دشوار مضمون کی پڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو رات دس بجے کے بعد پڑھائی کرنے کا مشورہ نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ دیر گئے رات تک شب بیداری کرنی پڑسکتی ہے جو صحت کے لیے مضر ہے۔ بہتر ہوگا کہ ایسے وقت میں کم دشوار مضامین کا مطالعہ کیا جائے۔ اس وقت یادداشت کے نکتوں کو منظم کرنے یا آنے والے دن کے کاموں اور مطالعہ کے اسباق کو منضبط کرنے میں صرف کیا جائے۔ بہر حال یہ ضروری ہے کہ روزانہ کے ٹائم شیڈول میں پڑھائی کے لیے ایک خاص وقت متعین کرلیا جائے۔ ایسا کرنے سے پڑھائی کی عادت بن جائے گی۔ مطالعہ کرنے میں دل لگے گا اور مطالعہ کے رجحان میں دن بدن تیزی آئے گی۔

ایک اور اہم نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ پڑھائی سے پہلے ترجیحات کی بنیاد پر اپنے اسباق اور کاموں کی فہرست بنالینی چاہئے۔ اہم کاموں کو مقدم رکھنا بہتر ہوگا۔ ماہرین تعلیم فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہر فرد کے وقت کی منصوبہ بندی کا طریقہ الگ الگ ہے لیکن کاموں اور مطالعہ کے اوقات کو مندرجہ ذیل طریقے سے تقسیم کیا جاسکتا ہے جو تجربہ میں زیادہ مفید ثابت ہوا ہے:

(۱) ضروری اور اہم (۲) ضروری مگر غیر اہم (۳) غیر ضروری مگر اہم اور (۴) غیر ضروری اور غیر اہم

جس وقت آپ خالی الذہن ہوں اور دماغ پرسکون ہو اس وقت مشکل اسباق اور دشوار مضامین کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ایسے وقت میں اسباق پر گرفت مضبوط ہوتی ہے۔ امتحان کی تیاری کے لیے ہر مضمون اور ہر گھنٹہ کا ایک ہدف بنانا مفید رہتا ہے۔

یعنی یہ کہ ایک گھنٹہ میں کس مضمون کا کتنا سبق پڑھنا ہے۔ پڑھے ہوئے اسباق پر نظر ثانی بھی لازمی ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کتنے اسباق پورے ہوگئے اور اب کتنے باقی رہ گئے۔ اتفاق سے کسی ایک مضمون پر زیادہ وقت صرف ہوگیا ہو تو اگلے دن سے شیڈول میں مناسب تبدیلی کرلینی چاہئے۔ طالب علم کو اپنے وقت کی پلاننگ دور اندیشی سے کرنی چاہئے۔ امتحان کے زمانہ میں سونے اور جاگنے کا وقت متعین ہے یا نہیں؟ سیر وتفریح کے لیے وقت نکالا یا نہیں؟ عبادت اور فرائض میں کتنا وقت صرف کیا؟ کتنا وقت گھر والوں اور بھائی بہنوں کے ساتھ گذارا؟

ایک طالب علم کو روزانہ کی نظام زندگی میں وقت اور پیسہ برباد کرنے والی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ بیڑی، سگریٹ، گٹکھا، پان اور دوسری نشہ آور چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔ جو طلباء وقت کی صحیح تقسیم نہیں کرپاتے وہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ امتحان کی تیاری کے دوران لگاتار پڑھائی بھی مضر ہے۔ بعض طلباء پڑھائی کے دوران لگاتار نیند آنے کی شکایت کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پڑھائی کے تناؤ سے ایسا طالب علم یہ فیصلہ کرنے میں قاصر رہتا ہے کہ پہلے کون سا مضمون پڑھیں۔ اس مضمون کے پڑھتے وقت اسے دوسرے مضمون میں اپنی کمزوری کا خیال آجاتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں وہ پہلے مضمون کو چھوڑ کر دوسرے اور تیسرے مضمون پر توجہ مرکوز کرنے لگتا ہے۔ اسی تذبذب میں وہ کسی بھی مضمون پر یکسوئی برقرار نہیں رکھ سکتا۔ اس پر سستی طاری ہوجاتی ہے۔ دماغی اعصاب فعال نہیں رہتے اور نیند کا خمار چڑھنے لگتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ طالب علم اپنی پڑھائی، آرام، ترتیب وار مضامین کے مطالعہ، ہلکی پھلکی ورزش کا ایک روزہ ٹائم ٹیبل بنالے۔ انہی کتابوں کا مطالعہ کرے جو شامل نصاب ہیں۔ غیر درسی کتابوں کے مطالعہ سے اشتباہ اور تذبذب پیدا ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ امتحان گاہ میں کاپی کے زیادہ اوراق بھرنا کمال نہیں ہے، کمال یہ ہے کہ جواب کے نکات کو بہتر طریقے سے لکھا جائے۔ اس کی تشریح مناسب انداز سے کی جائے تاکہ جواب طویل بھی نہ ہو اور ممتحن با معنی اور کمال صفائی والے جواب سے مطمئن ہوجائے۔

ماہر اساتذہ بتاتے ہیں کہ امتحانات پاس کرنے کے لیے مشق سے بہتر کوئی متبادل نہیں ہے۔ اس لیے کورس کی کتابوں سے سبھی طرح کے سوالات حل کرنے چاہیں۔ گذشتہ سالوں کے سوالات بھی حل کرنے کی مشق کرنی چاہئے۔ امتحانات میں جوابات لکھتے وقت تیز تیز لکھنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ دیئے گئے وقت تک سارے سوالات حل کرلیے جائیں بہت سے طلباء جوابات لکھتے وقت اچھی تحریر پر زیادہ دھیان دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں سارے سوالات مقررہ وقت میں حل نہیں ہوپاتے۔

طلباء کو چاہئے کہ امتحان شروع ہونے سے 30 منٹ پہلے امتحان سنٹر پر پہنچ جائیں۔ اپنا اڈمیٹ کارڈ، فوٹو شناختی کارڈ اور ضروری اسٹیشنری (قلم، پینسل، ربر اور دوسرے لوازمات) ساتھ لے جانا نہ بھولیں۔

بعض اوقات انگلش میں مضمون لکھنے کے لیے الفاظ کی تعداد کا تعین کردیا جاتا

ہے۔ اگر الفاظ کی تعداد کچھ زیادہ بھی ہوجائے تو نمبر نہیں کٹتے، لیکن الفاظ کے ہجے Spellings کی غلطیوں پر مارکس کٹ جاتے ہیں۔

ایک سوال کا جواب ایک جگہ اور ایک ساتھ لکھنا چاہئے۔ یہ بہت ضروری ہے جوابات لکھتے وقت سوالات کے سیریل آرڈر والے نمبر کو نقل کرنا چاہئے۔ یعنی اگر امتحان دینے والا سوال نمبر 5 کا جواب لکھ رہا ہے تو کاپی پر 5 ہی لکھنا چاہئے۔ کبھی کبھی طالب علم، امتحان کی گھبراہٹ میں اپنے جواب کی ترتیب سے جواب نمبر ایک لکھ دیتا ہے جو کہ غلط ہے۔

امتحانات دینے والے طلباء کے لیے ضروری ہدایات:

۱-ہر چالیس، پچاس منٹ کے مطالعہ کے بعد 5 سے 10 منٹ کا وقفہ لے لیں۔

۲-امتحان کی تیاری کے دنوں میں وقفے وقفے سے آنکھیں دھوئیں

۳-مطالعہ والے کمرہ میں کافی روشنی ہونی چاہئے۔ کم روشنی یا اندھیرے میں مطالعہ کرنا آنکھوں کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔

۴-زیادہ دیر تک پڑھنے والے طلباء کو صلاح دی جاتی ہے کہ وہ مطالعہ کے دوران پلک مارتے رہیں (جھپکاتے رہیں)۔ اس سے آنکھوں میں تراوٹ آتی رہتی ہے۔

۵-روزانہ 8-7 گھنٹے کی بھرپور نیند آنکھوں کو تھکاوٹ سے بچاتی ہے۔

۶-کونٹیکٹ لنس کے استعمال سے قبل اپنے ہاتھوں کو اچھی طرح دھولیں۔

۷-زیادہ سے زیادہ پانی، لیموں کا پانی، جوس، مٹھا، چھاچ، جل جیرا شربت کا استعمال کریں۔ اس سے جسم میں توانائی اور تراوٹ ملتی ہے۔

۹-جسم میں پانی کی کمی سے سستی اور کاہلی ہوتی ہے۔ غذا کے انجذاب (Metabolism) کا عمل متاثر ہوتا ہے۔ بلڈ پریشر گرنے لگتا ہے۔ جسم میں سیّال مادّوں میں جو توازن ہونا چاہیے وہ بگڑنے لگتا ہے جس کے نتیجہ میں ذہنی انتشار، سردرد اور سستی کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

۹-پڑھتے وقت آنکھوں میں کھجلی یا درد ہو اور حروف صاف دکھائی نہ دیتے ہوں تو کسی ماہر چشم سے رابطہ کیجئے۔

۱۰-قوت حافظہ اور ذہانت کی تیزی کے لیے ضروری ہے کہ جسم اور دماغ میں دوران خون تیز ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ سورج کی روشنی میں میں ہلکی پھلکی ورزش کی جائے۔

۱۱-مچھلی، اخروٹ، بادام ذہانت کو تیز کرنے والے میوہ جات ہیں۔

۱۲-دن کا آغاز بھرپور ناشتہ سے کریں۔ بغیر ملائی کے دودھ، دلیہ، گیہوں کے آٹے کا بریڈ، روٹی وغیرہ قوت حافظہ میں تیزی لانے کے لیے مفید ہے۔

۱۳-امتحان دینے والوں کا کمرہ زیادہ سرد اور زیادہ گرم نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے بے خوابی کی شکایت پیدا ہوتی ہے۔

۱۴-سویرے سونے اور سویرے جاگنے کی عادت ڈالنی چاہئے بلکہ روزانہ کا معمول ہونا چاہئے۔

۱۵-بے خوابی کی صورت میں سونے سے پہلے گرم دودھ کا ایک پیالہ مفید رہتا ہے۔

موثر حکمتِ عملی:

طلباء کی ایک کثیر تعداد امتحان کی تیاری میں دیانتداری سے ہمیشہ مصروف رہتی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ مطلوبہ کامیابی حاصل نہیں کرپاتے۔ ان حالات میں اساتذہ و والدین کے لیے لازمی ہے کہ وہ طلباء کے تعلیمی مسائل کے اسباب کا جائزہ لیں۔ (۱) طلباء کی تعلیمی جدوجہد، مانع اسباب و عوامل کا مستعدی سے جائزہ لیں۔ (۲) ہر طالب علم منفرد صلاحیتوں، مہارتوں اور نقائص کا مرکب ہوتا ہے۔ اس کو سخت محنت اور جانفشانی سے فروغ دیا جاسکتا ہے۔ (۳) والدین واساتذہ آمرانہ طرز عمل سے اجتناب کریں اور دوستانہ ماحول کے ذریعہ طلباء کو امتحان کی تیاری کرنے دیں۔ بعض اوقات والدین سر پر سوار رہتے ہیں۔ طالب علم کو نیند آرہی ہو تب بھی اسے پڑھائی کرنی ہے۔ گھر میں کوئی تقریب ہو تب بھی اسے پڑھائی کرنی ہے۔ امتحان کی تیاری کے لیے طلباء کو بندھوا مزدور بنادینے سے طلباء اچھے نمبروں سے کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اس ضمن میں کاف مین Kaufman نے درج ذیل عوامل کی نشاندہی کی ہے۔

(۱) انفرادیت کے جذبہ کا فقدان (۲) طلباء کی بہت ہی اعلیٰ یا پھر پست توقعات سے وابستگی (۳) کلاس روم کے غیر یقینی حالات (۴) غیر دلچسپ تدریسی افعال (۵) کلاس روم میں ناپسندیدہ برتاؤ کے نمونہ (۶) غیر پسندیدہ طرز عمل۔

والدین واساتذہ طلباء کی ذہنی صلاحیتوں کے برخلاف ان سے اعلیٰ توقعات وابستہ نہ کریں۔ کلاس روم میں اساتذہ، طلباء کی رہبری، مدد، شفقت و محبت کے ذریعہ ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ اساتذہ ایک معالج کی طرح اصلاحی تدابیر پر عمل پیرا ہوں اور طلباء کی تعلیمی منصوبہ بندی کریں۔ اساتذہ ہمیشہ نرم اور شیریں لہجہ کو اختیار کریں۔ تعریف و توصیف کے ذریعہ طلباء میں اعتماد پیدا کیا جاسکتا ہے۔

بعض طلباء امتحان کے زمانہ میں بھی لاپرواہی برتتے ہیں اور سال بھر جس تن آسانی کا شکار تھے وہ امتحان کے وقت بھی اسی ڈگر پر چلتے ہیں۔ ایسے طلباء میں تحریک وترغیب کے ذریعہ دوبارہ دلچسپی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اساتذہ و والدین انتہائی صبر وتحمل اور دوستانہ سلوک کرتے ہوئے امتحان کی تیاری سے جی چُرانے والے طلباء کو تعلیمی انحراف سے روک سکتے ہیں۔ گھر کا مناسب ماحول بھی امتحان کی تیاری کے لیے ضروری ہے۔ جہاں گھر کے کمرے چھوٹے ہوں وہاں ایک ہی کمرہ میں گھر والوں اور طالب علم کا سونا، پڑھنا مشکل ہوجاتا ہے۔ گھر والے سونا چاہتے ہیں اور طالب علم جاگ کر پڑھنا چاہتا ہے۔ ان حالات میں دونوں کے لیے دشواری ہوتی ہے اس لیے دونوں کو کچھ قربانی دینی ہوگی تاکہ طالب علم کی امتحان کی تیاری امن وسکون سے گذرے۔

والدین سے گذارش:

اگر آپ کے خاندان میں کوئی طالب علم بورڈ کا امتحان دے رہا ہے تو اس پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ امتحان میں اچھے نمبر لانے کے مقصد سے کچھ طلباء دیر رات جاگ کر پڑھائی کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی لیے کچھ طلباء جاگنے کے لیے

بیڑی، سگریٹ، گٹکھا، پان مسالہ اور مختلف قسم کی نشیلی اشیاء کا سہارا لیتے ہیں جس سے ان کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ نیز نشہ کی عادت بھی پڑ جاتی ہے اور بعد میں نشہ خوری کے عادی بن جاتے ہیں۔

بورڈ کے امتحانات کی وجہ سے طلباء کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کی بھی ذہنی کشیدگی بڑھ جاتی ہے۔ تناؤ سے چھٹکارہ پانے کے لیے والدین کو چاہئے کہ امتحانات کو لے کر بچوں پر کسی طرح کا دباؤ نہ ڈالیں۔ اس سے طلباء کے دماغ پر برا اثر پڑسکتا ہے۔ وہ ڈپریشن کے شکار ہو سکتے ہیں اور کوئی غلط قدم بھی اٹھا سکتے ہیں۔ امتحانات کا دباؤ بچوں میں مایوسی اور بھولنے کا مرض پیدا کرسکتا ہے۔ والدین اپنے بچوں کی پڑھائی کا مقابلہ دوسرے بچوں سے کرتے ہیں جس سے بچے ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کی محنت کرنے کی صلاحیت دن بدن کم ہونے لگتی ہے۔ بچوں کی قوت یادداشت بھی کم ہونے لگتی ہے۔ بعض اوقات والدین کی طرف سے بچوں پر 90 فیصد یا 80 فیصد نمبر لانے کا بھی دباؤ رہتا ہے۔ امتحانات کے دوران بچوں کی غذائیت سے بھر پور خوراک کا دھیان دیں۔ بھر پور نیند پوری کرنے کا موقع دیں۔ امتحان کے دنوں میں دلچسپی کے لیے کچھ وقت آؤٹنگ کے لیے بھی لے جائیں۔

امتحان کی تیاری کے دنوں میں ماں کا کردار اہم ہوتا ہے۔ وہ بچوں کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ بچے اپنی اندرونی پریشانیاں ماں کو بلا جھجھک بتا سکتے ہیں۔ بچے ماں سے بات کرکے دلی سکون محسوس کرتے ہیں۔ ماں اگر تعلیم یافتہ اور پروفیشنل صلاحیت رکھتی ہو تو وہ بچے کی ہیجان اور امتحانی خوف کا مداوا اپنے انداز سے کرسکتی ہے۔ اس سلسلے میں والدین/ اساتذہ اور قارئین کی دلچسپی کے لئے ایک خبر نما واقعہ تحریر کرتا ہوں:

ماں کی حکمت اور تدبر نے ناکارہ بیٹے کو کیا سے کیا بنا دیا:

”تھامس ایڈیسن دنیا کے مشہور ترین سائنس دانوں میں سے ایک تھا۔ اس کے بچپن کا ایک واقعہ خاص طور پر ملاحظہ کیجئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ بچہ تھا اور اسکول میں زیر تعلیم تھا۔ ایک دن اسکول سے گھر آیا تو ایک بند لفافہ اپنی والدہ کو دیا اور کہا ”استاد نے دیا ہے کہ اپنی ماں کو دیدو۔“

ماں نے لفافہ کھولا اور پڑھتے ہوئے رو پڑی۔ خط دکھائے بغیر اس نے جو کچھ بھی بہ آواز بلند پڑھا وہ اس طرح تھا:

”تمہارا بیٹا نہایت ذہین طالب علم ہے۔ یہ اسکول اس کے لئے بہت چھوٹا ہے اور یہاں اتنے اچھے استاد نہیں کہ اسے پڑھا سکیں، سو آپ اسے خود پڑھائیں۔“

برسوں بعد جب تھامس ایڈیسن ایک سائنس داں کے طور پر پوری دنیا میں مشہور ہو گیا تب تک اس کی والدہ وفات پا چکی تھیں۔ ایک دن وہ اپنے خاندان کے پرانے کاغذات میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا کہ اسے وہی خط ملا۔ اس نے خط کو کھولا تو اس پر لکھا تھا۔“

”آپ کا بیٹا انتہائی غبی (کند ذہن) اور ذہنی طور پر ناکارہ ہے۔ ہم اسے اب مزید اسکول میں نہیں رکھ سکتے۔“

خط کا اصل مضمون کا انکشاف ہونے پر ایڈیسن نے اپنی ڈائری میں لکھا:

”تھامس ایلوا ایڈیسن ذہنی طور پر ناکارہ بچہ تھا لیکن ایک عظیم ماں نے اسے صدی کا سب سے بڑا سائنس داں بنا دیا۔“ (روزنامہ انقلاب دہلی ۱۵/ جنوری ۲۰۱۸ عیسوی)

والدین کو نیند کے تعلق سے مندرجہ ذیل دو اقتباسات ضرور پڑھ لینا چاہئے:

نیند فاسد مادہ کو دور کرنے والا نظام ہے۔ نیند کے دوران دماغی خلیئے سُکڑ جاتے ہیں جس سے ان کے درمیان خلا زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ اس کے باعث وہاں مائع کو بہنے کا موقع ملتا ہے جو دماغ کو پاک صاف کر کے تروتازہ کر دیتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک تازہ تحقیق پڑھئے جو لندن میں کی گئی تھی جس کا ذکر میں نے گذشتہ سال جریدہ ترجمان کے کسی شمارہ میں بھی کیا تھا:

”لندن: تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ دماغ دن بھر کی سوچ بچار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے زہریلے مواد کو نیند کی مدد سے پاک وصاف کرتا ہے۔ امریکی سائنس دانوں کی ٹیم کا خیال ہے کہ نیند کی بنیادی وجہ فالتو مواد کو دور کرنے والا نظام ہے۔ یہ تحقیق مشہور جریدہ ”سائنس“ میں شائع ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیند کے دوران دماغی خلیئے سکڑ جاتے ہیں جس سے ان کے درمیان خلاء زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ اس کے باعث وہاں کے مائع کو بہنے کا موقع ملتا ہے جو دماغ کو پاک صاف کر دیتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض زہریلی پروٹینز کو صاف کرنے میں ناکامی کی وجہ سے دماغی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اس تحقیق سے پہلے گذشتہ سال یہ دریافت ہوا تھا کہ دماغ کے اندر نکاسی کے پائپ موجود ہوتے ہیں جو فالتو مواد کو دماغ سے باہر نکال دیتے ہیں۔ اسے گلم فیٹک نظام کہا جاتا ہے۔“
(روزنامہ راشٹریہ سہارا دہلی 19 / اکتوبر 2013)

بے خوابی یا کم نیند کے اثرات کے بارے میں ایک اور تحقیقی خبر پڑھئے:

”امریکہ کے سین ڈیاگو کی کیلی فورنیا یونیورسیٹی میں کی جانے والی تحقیق کے ذریعہ پتہ چلا ہے کہ جن لوگوں کو اچھی نیند نہیں آتی ان کے ذہن کو اپنی توجہ مرکوز کرنے کے لیے کافی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔

”نیند سے متعلق یہ تازہ تحقیق ”سلیپ“ یعنی نیند نامی جرنل میں شائع ہوئی ہے۔ بے خوابی یا کم نیند کے شکار افراد کو رات میں سونے میں دقت پیش آتی ہے جس کا اثر دن میں ان کی کارکردگی پر پڑتا ہے ان میں کسی چیز کے تئیں دیر سے ردعمل اور چیزوں کا بروقت یاد نہ آنا شامل ہے۔ جو لوگ بے خوابی کا شکار تھے ان کے دماغ کا وہ حصہ ٹھیک سے حرکت نہیں کرتا جو عملی یادداشت کے لیے اہم ہوتا ہے۔ پروفیسر سین ڈرمنڈ نے کہا ہے کہ اس تحقیق سے ہمیں یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ بے خوابی کے شکار لوگوں کو صرف رات میں سونے میں تکلیف نہیں ہوتی بلکہ ان کے دماغ دن میں بھی اچھی طرح سے کام نہیں کرتے“۔ (روزنامہ انقلاب، 2/ ستمبر 2013)

ان تحقیقات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بھر پور نیند سب کے لیے ضروری ہے مگر امتحان دینے والوں کے لیے بہت زیادہ ضروری ہے۔ والدین کو اس بارے میں بہت محتاط رہنا چاہئے اور اپنے بچوں کی نیند پر خاص دھیان دینا چاہیے۔ ☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

سلفیت پر تشدد و دہشت گردی کا الزام افسوسناک و قابل مذمت الزام لگانے والے شخص کو قوم اور حکومت سے معافی مانگنی چاہئے/ مولانا اصغر علی سلفی

دہلی: ۲۸؍دسمبر ۲۰۱۸ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی اور جملہ ذمہ داران مرکزی جمعیت نے اپنے ایک اخباری بیان میں گزشتہ کل پارلیمنٹ میں تین طلاق سے متعلق بحث کے دوران ایک دینی وسیاسی رہنما مولانا بدرالدین اجمل نے سلفیت پر جس طرح بہتان بازی وزہرافشانی کی ہے اور گمراہ کن بیان دیا ہے اسے انتہائی افسوسناک اور مسلمانان ہند کی صفوں میں انتشار پھیلانے کی لائق مذمت اور قابل تردید کارروائی قرار دیا ہے۔اس کی تمام مسلمانوں کی جانب سے جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔اس سے کروڑوں امن پسند محبّ وطن اور انسانیت دوست لوگوں کی دلآزاری ہوئی ہے اور جس پر ہر انصاف پسند نالاں وشکوہ کناں ہے۔آج تک اسلام اور مسلم دہشت گردی کا ہوا کھڑا کر کے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کا پروپیگنڈا کیا جاتا تھا جس پر مسلمانوں کو سخت اعتراض تھا لیکن افسوس کہ آج بعض مسلمان بھائی ہی اپنے بعض مسلم مکاتب فکر کے بارے میں اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ باتیں کہہ رہے ہیں۔بہرحال مولانا جیسے ذمہ دار سے تو اس طرح کے بیان کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔خود طلاق کے مسئلہ میں جس طرح مسلم پرسنل لاء بورڈ سمیت تمام مسلم تنظیموں نے اہل حدیث کے موقف کو سراہا بلکہ بہت سے خرخشوں سے ملت کے اتحاد کو بچانے کا کریڈٹ اہل حدیث کے سر آیا ایسے میں اسی طلاق کے مسئلہ کو لیکر اسی کے خلاف کھلی جارحیت کس قدر افسوسناک ولائق مذمت اور سنگین جرم ہے؟ اس کے علاوہ بھی بے شمار اہم مواقع پر اہل حدیث اتحاد ملت کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔

سوشل میڈیا کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا نے ایک معذرت نامہ شائع کیا ہے لیکن وہ اس بھیانک بیان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔مولانا نے اپنے معذرت نامہ میں جس طرح اسے پارلیمنٹ کی کارروائی سے حذف کرنے اور اپنی غلطی سے رجوع کرنے کی اپیل کی ہے اسی طرح اس بیان کو رسمی طور پر بھی تمام ذرائع ابلاغ میں عام کریں اور پارلیمنٹ کے ذریعہ اسے ختم کرائیں اور کروڑوں اہلحدیثوں اور اربوں مسلمانوں کو اس بہتان سے جو قلبی تکلیف پہنچی ہے اس کے مداوا کی ہر ممکن کوشش کریں،ملک وملت اور سب کی اسی میں بہتری ہے۔بہت سے رہنمایان دین وملت، جماعات وجمعیات نے اس بیان کو انتہائی غیر ذمہ دارانہ قرار دیا ہے۔بقول بعض پارلیمنٹ میں موجود اراکین، مولانا کے بیان کو سن کر انتہائی متعجب ہوئے اور متعدد سیاسی ومذہبی شخصیات، مسلم وغیر مسلم دانشوروں نے ان کے بیان کو برا جانا،ان میں جناب نوید حامد صدر مسلم مجلس مشاورت، ڈاکٹر مفتی مکرم احمد امام مسجد فتحپوری، مولانا وحیدالدین خان، ڈاکٹر ظفرالاسلام خان چیرمین دہلی اقلیتی کمیشن، ڈاکٹر تسلیم رحمانی صدر آل انڈیا مسلم پولیٹیکل فرنٹ، مولانا اطہر حسین دہلوی صدر انجمن منہاج رسول قابل ذکر ہیں۔

مولانا اصغر علی سلفی نے سلفیت کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے بیان میں مزید کہا کہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اسلام میں دہشت گردی کی کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ دہشت گردی کا کوئی دین ومذہب ہوتا ہے۔اور یہ معلوم ہے کہ جماعت اہل حدیث وطن عزیز کی وہ واحد تنظیم ہے جسے سب سے پہلے دہشت گردی، داعش وغیرہ کی کھل کر مذمت کرنے،ان کی خرابیوں سے ہر خاص وعام کو باخبر کرنے، ان کی مذمت وتردید میں اجتماعی فتوے جاری کرنے اور بڑے بڑے سیمنار، سمپوزیم اور کانفرنسیں منعقد کرنے کا شرف حاصل ہے۔سلفیت کتاب وسنت کی اس روشن شاہراہ عقیدہ ومنہج سے عبارت ہے جس پر صحابۂ کرام تابعین وتبع تابعین گامزن تھے امن وآشتی اخوت وبھائی چارگی اور انسان دوستی وخیرخواہی اس کا امتیاز ہے۔آج تک دنیا کے کسی بھی ملک میں چاہے وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی، سلفی مکتب فکر کے لوگوں نے کسی حکومت کے خلاف احتجاج، مظاہروں، انقلابی اور پرتشدد پروگراموں میں نہ تو حصہ لیا اور نہ ہی اس فکر کی کبھی حوصلہ افزائی کی۔اس کا اس بات پر ایمان ویقین ہے کہ شور وہنگامہ، پرتشدد احتجاج ومظاہرے اور دہشت گردی سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ اور الجھ جاتے ہیں اس کی واضح مثال دنیا کے بہت سے ممالک ہیں جہاں ملک کے ملک دیکھتے ہی دیکھتے تہ وبالا ہوگئے۔لاکھوں لوگ قتل وخونریزی کی بھینٹ چڑھ گئے اور کروڑوں دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔بہر حال ایسے مکتب فکر پر دہشت گردی کا الزام لگانا نہ قرین قیاس ہے اور نہ ہی انصاف کے تقاضوں سے میل کھاتا ہے، بلکہ یہ سراسر ظلم ہے۔

پریس ریلیز میں مزید کہا گیا ہے کہ آج امت مسلمہ کے لئے اتحاد ویکجہتی ایک ناگزیر ضرورت ہے، ایسے میں ایک دوسرے کو شعوری یا غیر شعوری طور پر بے بنیاد الزامات لگا کر مطعون کرنا کسی بھی طرح صحیح نہیں ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے، جماعت اہل حدیث ایک مثبت فکر کی حامل جماعت ہے جس نے تعلیمی، دعوتی، تصنیفی، صحافتی وغیرہ الغرض ہر میدان میں اپنا ناقابل فراموش اور اہم رول ادا کیا ہے۔افراد امت اور اہل وطن کے ساتھ ہمیشہ ہی اخوت وبھائی چارگی اور یکجہتی اس کا شیوہ رہا ہے اور اسی طرح کی توقع وہ تمام انصاف پسند اور اسلام وانسانیت دوست بھائیوں سے کرتی ہے۔

(۲)

پارلیمنٹ میں مولانا بدرالدین اجمل کے ذریعہ سلفیت کو دہشت گردی سے جوڑے جانے پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ہنگامی میٹنگ

دہلی: ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۸ء: آج مورخہ ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۸ء کو اہل حدیث کمپلیکس

اوکھلائی دہلی میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران واراکین ، اعیان جماعت اور ذمہ داران مدارس اہلحدیث کی ایک اہم ہنگامی نشست زیرصدارت مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ منعقد ہوئی جس میں پارلیمنٹ کے حالیہ اجلاس میں طلاق ثلاثہ کے بل پر بحث کے دوران مولانا بدرالدین اجمل (ممبر پارلیمنٹ) کے سلفیت پر دہشت گردی کے افسوسناک وقابل مذمت الزام سے پیدا شدہ صورت حال اور مسلمانوں بالخصوص سلفیوں کے اضطراب وبے چینی کا جائزہ لیا گیا اور موجودہ دور میں اتحاد ملت، قومی یکجہتی، پرامن بقائے باہم کی اہمیت وضرورت پر زور دیا گیا اور اس بات کی تاکید کی گئی کہ افراد و قائدین ملت اللہ کی رسی کتاب وسنت کو تھام کر اپنے قول وعمل سے اتحاد واتفاق اور اخوت وبھائی چارہ کا مظاہرہ کریں اور کوئی ایسی بات یا اقدام نہ کریں جس سے اکرام مسلم اور اتحاد قوم وملت اور انسانیت کے کاز کو ٹھیس پہنچتی ہو اور کسی طرح کی فرقہ واریت اور تشدد واشتعال انگیزی کو راہ اور فرقہ پرست اور ملک وملت دشمن عناصر کو شہ ملتی ہو۔ افراد ملت خصوصا قائدین ایک دوسرے کا احترام کریں اور اپنے فقہی ومسلکی اختلافات کو آپسی افتراق اور ملی انتشار کا شاخسانہ نہ بننے دیں۔ کیوں کہ یہ کسی بھی طرح ملک وملت اور انسانیت کے مفاد میں نہیں ہے۔

دہشت گردی عصر حاضر کا سب سے بڑا ناسور ہے اور کتاب وسنت کی روشنی میں ایک مردود و مذموم عمل ہے۔ خواہ اس کا ارتکاب کوئی بھی کرے اور کہیں بھی انجام دے لیکن افراد کی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں اور دہشت گردی کے مذموم عمل میں ملوث ہونے کی وجہ سے اس کے مذہب یا مسلک کو مورد الزام ٹھہرانا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ دہشت گردوں کا کوئی بھی مذہب یا مسلک نہیں ہوتا۔ دہشت گردی کی روک تھام اور مذمت ایک دینی وانسانی فریضہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے اپنے عقیدہ ومنہج کی رو سے ملک میں سب سے پہلے دہشت گردی پھر داعش کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور اردو، انگریزی، ہندی اور دیگر زبانوں میں اجتماعی فتوی جاری کر کے اور سیمینار وسمپوزیم منعقد کر کے اس کی بیخ کنی کی کوششوں میں بھرپور حصہ لیا جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس کا اعتراف اکابرین ملک وملت اور مسلم وغیر مسلم دانشوروں نے بارہا کیا ہے۔ ایسے میں جماعت اہل حدیث اور سلفیت کو دہشت گردی سے جوڑنا انصاف کے خلاف ہی نہیں بلکہ مضحکہ خیز بات معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ سلفیت کتاب وسنت کی اس روشن شاہراہ ،عقیدہ و منہج سے عبارت ہے جس پر صحابۂ کرام، تابعین وتبع تابعین گامزن تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مورخہ ۲۷/دسمبر ۲۰۱۸ء کو پارلیامنٹ ہاؤس میں مولانا بدرالدین اجمل کے غیر ذمہ دارانہ اور بے بنیاد بیان کی بلاتفریق مسلک ذمہ داران ودانشوران ملت نے بروقت مذمت وتردید کی اور اس پر اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا۔ اسی طرح پارلیامنٹ میں موجود مسلم وغیر مسلم اراکین اور لوک سبھا کی براہ راست نشر ہونے والی کارروائی دیکھنے والے لوگوں نے اپنی حیرت واستعجاب کا اظہار کیا اور اسے فرقہ وارانہ منافرت اور مسلکی تناؤ پیدا کرنے والا بیان قرار دیا۔ اور یہی وطن عزیز کی شان اور امتیاز ہے۔ لیکن بعض مسلم تنظیموں بالخصوص آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی خاموشی حیرت انگیز ہونے کے ساتھ افسوسناک بھی ہے۔ جبکہ طلاق ثلاثہ کا مسئلہ اسی سے متعلق تھا اور اس مسئلہ میں جماعت اہل حدیث نے ہرقدم پر بورڈ کا ساتھ دیا اور ملی اتحاد کا بھرپور ثبوت فراہم کیا نیز ملت کا شیرازہ منتشر ہونے سے بچایا جس کا صلہ بورڈ ہی کے ایک ممبر نے اتنے سنگین الزامات لگا کر پوری قوم وجماعت کو تکلیف پہنچا کر دیا۔ مذکورہ بیان نے دہشت گردی مخالف ان سرگرمیوں اور کوششوں کو بھی سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ہے جو برسوں سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور دیگر تنظیمیں کر رہی تھیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مولانا بدرالدین اجمل کے غیر ذمہ دارانہ بیان سے نہ صرف جماعت اہل حدیث بلکہ تمام مسلمانوں اور انصاف وامن پسند برادران وطن کو تکلیف پہنچی ہے اور اس سے ملی اتحاد اور قومی یک جہتی کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔ اور اس سے اللہ نہ کرے پوری ملت اور انسانیت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ گرچہ مولانا نے اس سلسلہ میں اپنے لیٹر ہیڈ پر معذرت کر لی ہے اور ای ٹی وی پر بھی اپنا معذرتی بیان نشر کیا ہے، علاوہ ازیں پارلیمنٹ کی کارروائی سے حذف کرنے کی درخواست بھی دے دی ہے اور ان کے بقول وہ قبول بھی کر لی گئی ہے۔ بعض بیانات میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ بہک گئے تھے اور ان کا منشاء سلفی بھائیوں کو تکلیف پہنچانا نہ تھا۔ لیکن چونکہ مولانا کے بیان سے احباب جماعت میں شدید بے چینی پائی جا رہی ہے لہذا مولانا مرکزی جمعیت کے نام اپنا ایک تحریری بیان بھی ارسال کریں اور پارلیامنٹ کے اسٹیج سے ہی اس الزام کی تردید کو یقینی بنائیں تاکہ اضطراب کی شدت ختم ہو۔ ساتھ ہی اس ہنگامی میٹنگ نے افراد جماعت وملت سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ اس نازک موقع پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں۔ منہج سلف کا مزاج ہے کہ وہ کسی بھی مسئلہ میں وسطیت واعتدال کا راستہ اختیار کرتا ہے اور کسی بھی حال میں اپنے ماننے والوں کو کسی بھی قسم کے غلو، تشدد اور بے اعتدالی کی اجازت نہیں دیتا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی میٹنگ میں یہ بھی طے کیا گیا کہ اس حوالے سے ہر ممکن کارروائی کی جائے تاکہ آئندہ کوئی اتحاد ملت ویکجہتی کو پارہ پارہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور قوم وملت بلاوجہ بے چینی واضطراب کا شکار نہ ہو۔

(۳)

معروف عالم دین ومعالج مولانا حکیم محمد الیاس سلفی کی اہلیہ کا انتقال

دہلی، ۹/جنوری ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے قدیم دینی درسگاہ جامعہ سلفیہ شکراوہ میوات کے سابق ناظم اور صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے سابق نائب امیر معروف عالم دین ومعالج مولانا حکیم محمد الیاس سلفی صاحب کی اہلیہ کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور پسماندگان سے قلبی تعزیت کی ہے۔ مرحومہ معروف عالم دین، استاذ الاساتذہ اور معالج مولانا حکیم عبدالشکور سلفی رحمہ اللہ کی دختر نیک اختر اور معروف عالم دین وقلم کار وصدر جامعہ سلفیہ شکراوہ میوات مولانا حکیم اجمل خاں صاحب کی ہمشیرہ تھیں۔ آج شب کے آخری پہر بعمر تقریباً ۸۰ سال شکراوہ میوات میں انتقال ہو گیا۔ اور بعد نماز ظہر تجہیز وتکفین عمل میں آئی۔ شوہر مولانا حکیم محمد الیاس سلفی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مرحومہ پابند صوم وصلوۃ اور خوش اخلاق وملنسار خاتون تھیں، پسماندگان میں

مولانا کے علاوہ چار لائق وہونہار بیٹے، تین بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے جملہ ذمہ داران وکارکنان مولانا ودیگر پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس کی مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے۔

(۴)

معروف معالج ڈاکٹر حبیب الرحمٰن قاسمی صاحب کا انتقال پر ملال

دہلی، ۱۱/ جنوری ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے معروف معالج، مغربی چمپارن کی مردم خیز بستی دھوبنی کے ایک معزز خانوادے کے چشم وچراغ، مولانا سید نظام الدین سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ہونہار شاگرد عزیز، فاضل دارالعلوم دیوبند اور ایک عرصہ تک اردو روزنامہ سنگم پٹنہ کے خطاط وکالم نویس، پٹنہ طبیہ کالج کے ہونہار وممتاز فارغ التحصیل اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کے پھوپھا اور سمدھی ڈاکٹر حبیب الرحمٰن قاسمی صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو قوم وملت کا خسارہ قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ قوم وملت ایک اچھے تجربہ کار، مخلص اور انسان دوست سے محروم ہوگئی۔

انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب نہایت خلیق وملنسار، خدمت خلق کے جذبہ سرشار، متدین وبااخلاق انسان تھے۔ انہوں نے صحت کے شعبہ میں بڑی خدمات انجام دیں اور بہت سارے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ آپ بہار گورنمنٹ کے شعبہ صحت سے وابستہ رہے۔ آپ نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ کیا۔ بڑے صاحبزادے انجینئر تقی الزماں حرم مکی میں انجینئر ہیں۔ دوسرے صاحبزادے ڈاکٹر وحید الزماں جو کہ امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کے داماد ہیں امریکہ میں سائنٹسٹ ہیں۔ تیسرے صاحبزادے مسیح الزماں ڈنمارک میں سائنٹسٹ ہیں اور چوتھے صاحبزادے خلیل الزماں ابھی سائنس کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کل تقریباً دو بجے دن طویل علالت کے بعد بعمر تقریباً ستر سال ڈاکٹر صاحب کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج بعد نماز جمعہ آبائی وطن میں تجہیز وتکفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ ان کے عم زاد اور ساتھی مشہور عالم دین مولانا عبدالجلیل قاسمی صاحب قاضی امارت شرعیہ بہار واڑیسہ نے پڑھائی۔ امیر محترم کو ڈاکٹر صاحب کے انتقال سے کافی صدمہ پہنچا ہے۔ پسماندگان میں اہلیہ، چار بیٹے اور ایک بیٹی ہیں جو محکمہ ریلوے سے وابستہ شوہر انجینئر سہیل علی کے ساتھ علی گڑھ میں متوطن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ان کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران وکارکنان ڈاکٹر صاحب کے پسماندگان اور امیر محترم کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

☆☆☆

صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کا انتخاب جدید: صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کا انتخاب جدید برائے میقات ۲۰۱۸ء تا ۲۰۲۳ء بتاریخ ۱۸/ نومبر ۲۰۱۸ء بروز اتوار بوقت ساڑھے دس بجے صبح بمقام دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ بی بی بازار چوراہا حیدرآباد نہایت پرامن ماحول میں دستور اساسی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی روشنی میں پوری شفافیت کے ساتھ عمل میں آیا جس میں بطور مرکزی مشاہدین فضیلۃ الشیخ مولانا محمد ہارون سنابلی صاحب (ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند) فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالقدوس عمری (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش) شریک ہوئے۔ اس انتخاب میں کثرت آراء سے ڈاکٹر سید آصف عمری صاحب حفظہ اللہ بحیثیت امیر، مولانا سید حسین عمری مدنی حفظہ اللہ ناظم اور جناب فیروز خاں صاحب خازن منتخب ہوئے۔ (سید حسین مدنی ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ)

اصیل پور مقامی جمعیت کی میٹنگ: آج بتاریخ یکم جنوری ۲۰۱۹ء کو مقامی جمعیت اہلحدیث اصیل پور کے زیر اہتمام سال کی پہلی میٹنگ منعقد کی گئی جس میں مختلف ایجنڈوں پر بحث ہوئی۔ میٹنگ کی صدارت ناچیز محمد راشد اثری نے کی۔ مقامی جمعیت نے عہد کیا کہ گاؤں میں ۲۰۱۹ء کے اندر ہر صورت مسجد تعمیر کی جائے گی۔ میٹنگ میں یہ بھی طے کیا گیا کہ موسم کے اعتبار سے گاؤں میں بے سہارا لوگوں کو کم از کم ۲۵ کمبل تقسیم کئے جائیں گے اور یہ بھی طے کیا گیا کہ شادی میں کسی بھی طرح کا جہیز لینے دینے سے پرہیز کریں گے۔ میٹنگ کے اخیر میں آخری اعلان کیا گیا کہ مقامی جمعیت ہر طرح کی افواہ سے بچنے کی کوشش کرے گی۔

مورخہ ۶/ جنوری ۲۰۱۹ء بعد نماز ظہر منجانب مقامی جمعیت اہل حدیث اصیل پور ضلع میرٹھ کے زیر اہتمام غریبوں میں کمبل تقسیم کئے گئے گاؤں کے موجودہ پردھان ودیگر ذمے داروں نے شرکت کی مقامی جمعیت کی اس پہل سے گاؤں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور تمام موجودہ افراد نے اس قدم کو گاؤں کے لئے بہتر قدم بتایا اور کہا یقیناً جماعت اہل حدیث کی کوشش صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی صلاح دیتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جماعت اہل حدیث خالص قرآن وحدیث پر چلنے والی جماعت ہے اور اس انداز کے کاموں میں حصہ لینے والی ملک کی ممتاز تنظیم ہے آخیر میں اللہ سے دعا کی گئی کہ اللہ رب العالمین جماعت کو تمام فتنوں سے محفوظ فرمائے اور جماعت اچھے اور بہتر انداز سے نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہے اور جماعت کی سرپرستی ہم سب کو نصیب ہوتی رہے۔ آمین (محمد راشد اثری، ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث میرٹھ، یوپی)

☆☆☆